اکابر دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

مدیر مسئول: احسن خدامی
مدیر: حمزہ احسانی

12 شماروں کا......**زرتعاون 240**

فہرست

قائد اہل سنتؒ......اور......مولانا محمد خان شیرانی صاحب
مدیر کے قلم سے......................2
مقصد تخلیق انسانیت: معرفتِ خداوندی......
مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ......4
گستاخ رسول کی سزا اور مسلمانوں کی ذمہ داری
مولانا عبدالقدوس خان قارن...... 17
تسکین الصدور......کا......علمی مقام......
مولانا نور محمد تونسوی..................28
......عمار خان ناصر! کس راستے پر چل نکلے؟
مولانا عبدالقیوم حقانی..................38
فکری دہشت گردی..........................
مولانا محمد احمد حافظ..................43
مسئلہ ''وحدۃ الوجود''......اور......آل غیر مقلدیت......
مولانا مفتی رب نواز..................46
مسلک حق......کے......نشان......(امام اہل سنتؒ)
مولانا طلحہ السیف..................49
مرزا غلام احمد قادیانی کو پاگل کہہ کر تکفیر نہ کرنا......
مولانا مفتی عبداللہ، ملتان..........53

ناشر:......**مظہریہ دارالمطالعہ**
برائے ترسیل زر و رابطہ
0334-4612774

عرض خادم مدیر کے قلم سے

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ......اور......مولانا محمد خان شیرانی صاحب

''بانی خدام، قائد اہل سنت، حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے ماہنامہ ''حق چار یار'' [ج:۱، ش:۵۔۶] میں اس بات پر شدید تنقید اور احتجاج فرمایا تھا کہ مولانا محمد خان شیرانی صاحب [موجودہ چیئر مین: اسلامی نظریاتی کونسل] نے شیعہ لیڈر ''خمینی صاحب'' کی وفات پر نہ صرف تعزیت کی بلکہ تعزیت نامہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ ''امام خمینی اس صدی کے سب سے بڑے عالم باعمل تھے۔''

دیگر ذرائع سے بھی مولانا شیرانی صاحب کے بارے اس قسم کی معلومات حاصل ہوئیں مثلاً......

۱......مولانا شیرانی صاحب اثنا عشری شیعہ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔[مقالات خوستی، صفحہ ۴۳۹]

۲......مولانا شیرانی صاحب نے شیعہ کو اسلامی دھارے میں شامل کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں، جن میں سے ایک یہ کہ انہوں نے بلوچستان میں ''اتحاد ملت اسلامیہ محاذ'' نامی تنظیم بنائی اور اس میں دو شیعہ جماعتوں کو شریک کر کے عوام الناس کو یہ تأثر دیا کہ شیعہ بھی مسلمان فرقہ ہے۔[ایضاً]

۳......مولانا سخی داد خوستی صاحب نے جب مولانا شیرانی صاحب کو مناظرے کی دعوت دی تو شیرانی صاحب نے کہا: شیعوں کو مسلمان کہنا میری ذاتی رائے ہے، میں اپنی ذاتی رائے پر سخی داد سے مناظرہ نہیں کرتا۔''[ایضاً صفحہ ۲۰]

۴......مولانا شیرانی صاحب، خمینی کو ملت اسلامیہ کا ''امام''، اس صدی کا سب سے بڑا ''عالم باعمل'' اور ''مسلمان سیاسی رہبر'' سمجھتے ہیں۔[ماہنامہ ''حق چار یار'' جلد ۱ شمارہ ۵۔۶۔صفحہ ۴۱]

۵......مولانا شیرانی صاحب، شیعوں کے اجتماعات میں خصوصیت کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ بالخصوص خمینی کی برسی میں ہر سال بطور مہمان خصوصی شریک ہوتے ہیں اور خمینی کی مدح و تعریف میں تقریر کرتے ہیں۔ جب خمینی کا نام زبان پر آتا ہے تو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے دعائیہ الفاظ کہتے ہیں۔(نعوذ باللہ)[مقالات خوستی ۴۴۳]

۶......۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ کو خانہ فرہنگ ایران میں خمینی کی برسی کے اجتماع کی صدارت مولانا شیرانی صاحب نے کی، جس میں مردوزن شریک تھے اور مردوں کے علاوہ مستورات بھی سٹیج پر آتی رہیں۔[ایضاً ص ۴۵۲]

۷......مولانا شیرانی صاحب تمام جہادی تنظیموں کو کرائے کا لشکر کہتے اور ان سے تعاون کو اسلام کے منافی قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سرکاری ادارے ان سے دہشت گردی کروا رہے ہیں۔[ایضاً صفحہ ۴۴۹]

۸......مولانا شیرانی صاحب ''عورتوں کے چار دیواری میں بند رہنے'' کو پچھلے زمانوں کی بات کہہ کر'' آزادئ نسواں'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔[ص ۴۵۲]

۹......ایک موقع پر مولانا شیرانی صاحب نے اثنا عشری شیعہ راہ نما ساجد علی نقوی صاحب کو از خود آگے کر کے ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ جبکہ دیگر علماء (مولانا قاضی عبداللطیف کلاچوی، مولانا سمیع الحق وغیرہما) یہ صورت حال دیکھ کر صف سے نکل کر الگ ہو گئے تھے۔

[''رضا کار'' [۸، اپریل ۱۹۹۱ء]، و دیگر قومی اخبارات، بحوالہ: ماہنامہ حق چاریار ج ۳ ش ۹۔ ص: ۳۶، ۳۷]

۱۰......اور اپنے اس فعل کو شیرانی صاحب بالکل صحیح، درست اور حالات کے مطابق بھی کہتے ہیں۔ [ایضا]

مندرجہ بالا اور دیگر وجوہات کی بنا پر قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے عید الفطر [۱۹۹۱ء] کے بیان میں بھی مولانا محمد خان شیرانی صاحب کا تعاقب کرتے ہوئے عوام الناس کو خبردار کیا۔ اور حضرت کا یہ بیان ماہنامہ ''حق چاریار'' میں طبع ہوا۔ [ملاحظہ ہو: ماہنامہ حق چاریار، جلد ۳، شمارہ ۹]

لیکن ماہنامہ حق چاریار ہی کے تازہ شمارہ میں ایک صاحب کا مضمون دیکھا تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ ''تحریک خدام'' ......اور......''ماہنامہ حق چاریار'' کو استعمال کرتے ہوئے حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ پر پانی پھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ [دیکھیے! ماہنامہ حق چاریار، جون ۲۰۱۱ء]

ماہنامہ ''حق چاریار'' جو حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ کے اس دنیا سے جانے تک پورے ملک میں ایک معیار، کسوٹی اور ''سند'' کی حیثیت رکھتا تھا اور عامۃ الناس کے علاوہ اکابر علماء بھی ہر طرح سے اس پر اعتماد کا اظہار فرماتے تھے، اس میں......اور......''تحریک خدام اہل سنت'' جو مسلکی معاملات میں کسی بھی طرح کی ''لچک'' یا ''مصلحت'' کا شکار نہ ہونے کے حوالے سے اپنی ایک منفرد پہچان اور شان رکھتی تھی، اس کے بارہ میں اس قسم کی باتیں انتہائی تشویشناک ہیں۔

قائدین خدام سے دردمندانہ گذارش ہے کہ وہ ''تحریک خدام'' ......اور......''ماہنامہ حق چاریار'' کو انکے سابقہ نہج پر برقرار رکھتے ہوئے ان کی حفاظت فرمائیں اور کارکنان خدام کو شیرانی صاحب کی زیر صدارت کسی جلسہ میں شرکت کرنے، شیرانی صاحب کو اپنے کسی پروگرام میں مدعو کرنے اور انہیں کسی بھی قسم کا اعزاز دینے سے منع فرمائیں۔ حیرت ہے جن لوگوں سے حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے برملا بیزاری کا اظہار فرمایا تھا اور جو لوگ حضرت قائد اہل سنت کے مسلک اور منہج فکر کی بیخ کنی میں محو ہیں انہیں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے ہی پلیٹ فارم سے پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

توقع ہے کہ اکابر خدام، کارکنان اور ذمہ داران خدام کو ایسے اقدامات سے منع فرمائیں گے اور حضرت قائد اہل سنت کی روایت برقرار رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری پوری کر کے حضرت کی روح کی تسکین کا سامان فرمائیں گے۔ اور کارکنان خدام سے بھی امید ہے کہ وہ بھی اپنے بانی و قائد اول (حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ) کے مزاج کے مطابق عمل کر کے عنداللہ سرخرو ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ. اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابر کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم و دائم رکھے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم خادم اہل سنت......حمزہ احسانی غفرلہ

مقصدِ تخلیقِ انسانیت......معرفتِ خداوندی

خطاب:......جانشین قائد اہل سنت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ العالی

الحمد لله .الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيأت اعمالنامن يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له،ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد ان سيدنا وشفيعنا وحبيبنا ومولانا محمدا عبده ورسوله.صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا. اما بعد

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن ا لرحيم. قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون. وقال النبى صلى الله عليه وسلم انما بعثت معلما. وقال النبى صلى الله عليه وسلم انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق. صدق الله مولاناالعظيم، وبلغنا رسوله النبى الكريم.اللهم صل علىٰ سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ اله وصحبه كما تحب وترضىٰ عدد ما تحب وترضىٰ.

میرے محترم برادران اہل السنۃ والجماعۃ!

انسان کواللہ جل شانہ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ پھراللہ جل شانہ فرماتے ہیں ''ونفخت فيه من روحى فقعوا له سجدين۔'' میں نے اس مٹی کے اندر اپنی روح پھونکی تو سارے فرشتے اس کوسجدہ کرنے لگے۔اب یہ سجدہ مطلق مٹی کونہیں ہے بلکہ اس مٹی کو ہے جس کے اندر اللہ نے اپنی روح پھونک دی ہے۔مٹی کی تو کئی اقسام ہیں، دنیا کے اندر بھی مختلف اقسام کی مٹی ہے، لیکن جس مٹی سے اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا وہ خاص قسم کی مٹی ہے، یہ وہ مٹی ہے جس کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں ''وَنَفَختُ فِيهِ مِن رُّوُحِیُ'' اس میں، میں نے اپنی روح پھونکی۔ فَقَعُوا لَهٗ سٰجِدِينَ میں ''ف'' تاخیری ہے۔روح پہلے پھونکی گئی، فرشتے سجدے میں بعد میں گرے۔

گویا جس مٹی میں اللہ کی روح ہے وہ مسجود ہے، لیکن جس مٹی میں روح نہیں وہ مٹی مٹی ہے، یعنی محض مٹی ہے۔اور عام مٹی مسجود نہیں۔جس طرح میں بیٹھا ہوں، یا ہم سب ہیں، یہ مٹی محض مٹی ہے، یہ مسجود نہیں ہے، جس مٹی میں اللہ کی روح ہے۔صرف وہی مسجود ہے، اور اللہ نے اس مٹی کو دنیا کی تمام مٹیوں سے ممتاز بنایا ہے۔

علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود
دِل کی پٹی میں نظر آتا ہے رازِ عشق و بُود

یہ انسان کے دل کی پٹی ہے دل مٹی کو کہتے ہیں۔اس میں اللہ نے راز رکھا ہے۔

ایک حدیث قدسی ہے، سند کے اعتبار سے اگر چہ ضعیف ہو لیکن مضمون اس کا ٹھیک ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''کنتُ سرامکنونة، فاردتُ العرف،فخلقتُ الانسان'' [۱] میں چھپا ہوا راز تھا،، میں نے ارادہ کیا میں پہچانا جاؤں، میری معرفت ہو، فخلقتُ الانسان. میں نے انسان کو پیدا کیا۔گویا انسان کو رب تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا کہ یہ اپنے رب کی معرفت کرے۔اور معرفت ایسی ہو کہ اس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ایسا انسان تو وہی ہوگا جس کو رب کے ساتھ نسبت ہوگی۔اس مٹی کو جب اللہ کی ذات کے ساتھ نسبت ہوگی تو اسے دیکھ کر اللہ یاد آئے گا۔اہل اللہ،اللہ والے،ان کو کہتے ہیں جن کو اللہ کی ذات سے ایسی نسبت ہو کہ ''اذارُءُ وا ذُکِرَ اللّٰہ'' جب ان کو لوگ دیکھیں تو اللہ یاد آجائے۔اب اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اس کے اندر اپنی روح پھونکی، پھر ان دونوں کے مجموعے کو اللہ نے دنیا کے اندر بھیجا۔یہاں دونوں چیزیں ہیں، مٹی بھی ہے اور روح بھی ہے۔اب انسان اگر مٹی والی صلاحیتوں کو دنیا کے اندر غالب کرتا ہے تو یہ محض مٹی اور سفلی بن جاتا ہے،اور اگر یہ اپنی روح کو اجاگر کرتا ہے تو علوی بن جاتا ہے۔اللہ جل شانہ فرماتے ہیں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیم، ثُمَّ رَدَدْنَاہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ ہم نے انسان کو بہتر بناوٹ کے اندر پیدا کیا،ایسی بناوٹ کسی کی نہیں جیسی انسان کی ہے۔مزید فرمایا کہ ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدمَ وَحَمَلْنا ھم فِی البَرِّ وَالبَحْرِ ورَزَقْنٰھم من الطَّیِّبٰتِ وفَضَّلْنٰھُم عَلیٰ کثیرٍمِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا'' بر و بحر کے اندر جتنی مخلوق ہے ان سب سے،ہم نے انسان کو مکرم و محترم اور عزت والا بنایا۔انسان کو افضل مخلوق خود اللہ نے فرمایا۔

اللہ نے انسان کو ایسا محترم بنایا کہ اس کی پیشانی کو رزق کے آگے نہیں جھکایا، دنیا کے بقیہ جتنے جانور ہیں وہ خود رزق کے آگے جھکتے ہیں، رزق نیچے پڑا ہوتا ہے۔وہ اپنی پیشانی کو نیچے جھکاتے ہیں۔لیکن اللہ نے انسان کو رزق کی خاطر جھکنے نہیں دیا۔اللہ نے اس کو ایسے ہاتھ دیے کہ رزق کو اوپر اٹھا کر کھائے ، پیشانی اپنی جگہ پر برقرار ہے۔اس لیے کہ اللہ نے انسان کی پیشانی کو دنیا و اسباب کے سامنے جھکنے کے لیے پیدا نہیں کیا۔اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کو میں نے اتنا محترم و مکرم بنایا اور ایسی فضیلت دی کہ میں اس کے چہرے کو کسی کے سامنے جھکنا برداشت ہی نہیں کرتا۔اس لیے ''خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلیٰ صُوْرَتِہٖ'' ۔یہ صورت اللہ کو محترم

---

[۱]بعض کتب میں یہ الفاظ ہیں ''کنتُ کنزاً لااُعرَفُ، فاحببتُ اَن اُعرَفَ، فَخَلَقتُ خَلْقاً، فعَرّفْتُھُم بِیْ، فعَرَفُونِیْ.''......مروی عن بعض الصوفیة، لا نقلاً، بل کشفاً۔ کذا قال آلوسی رحمہ اللہ

اور پیاری تھی اور اس صورت کی نسبت اللہ نے اپنی ذات کی طرف رکھی۔ کہ اس صورت کو میں نے بنایا، بنایا تو سب چیزوں کو اللہ نے ہے، لیکن انسان کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ فرمایا ''خَلَقْتُہ بِیَدِی''۔ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ جیسے انسان کی کوئی پیاری اور مکرم چیز ہو مثلاً کسی کا بیٹا ہو اور وہ اس سے بچھڑ جائے یا اس سے دور دور رہے تو آدمی کہتا ہے کہ میں نے اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے پالا اور پوسا اور بڑا کیا اور یہ مجھ سے بھاگتا ہے؟ اسی طرح اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ انسان کی کتنی بڑی شان ہے کہ اللہ نے اس کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، بہتر شکل اور بناوٹ دی، ایسی خوبصورت شکل کہ کائنات میں اس جیسی رعب دار اور حسین صورت اللہ نے کسی کو نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''یَاأَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ، فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّاشَاءَ رَکَّبَکَ ''۔ اے انسان! تجھے اپنے رب سے کس چیز نے دھوکے میں ڈالا، جو تجھے عدم سے وجود میں لایا، تو نہیں تھا، اللہ نے تجھے پیدا کیا اور تولیث سے ہیث میں آیا، (نیست سے ہست) لا سے ہا کے اندر آیا، عدم سے وجود میں آیا۔ اس نے تیرے تمام اعضا کو برابر کیا۔ اللہ نے انسان کے اعضا کس قدر برابر کیا، آنکھ کو دیکھو! ایک طرف کی آنکھ کا نقشہ کھینچو پھر دوسری طرف کی آنکھ کا نقشہ کھینچو! دونوں بالکل برابر ہیں ایک سوت کا بھی فرق نہیں۔ رخساروں کو دیکھو، اللہ نے کیسے رخسار بنائے، دونوں طرف کے رخسار آپس میں برابر۔ اور دونوں کانوں کو دیکھو! پیشانی کے دونوں پہلو کو دیکھو! دونوں طرف کے جبڑوں کو دیکھو! دونوں شانوں کو دیکھو! دونوں ہاتھوں کو دیکھو! دونوں پاؤں کو دیکھو! جہاں سے بھی دیکھو اللہ نے برابر بنایا، کوئی مصور اس کی تصویر بنا نہیں سکتا۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں ''صنع اللہ الذی اتقن کل شئی'' یہ میری محکم متقن کاری گری اور مضبوطی ہے ایسی مضبوط کوئی اور پیدا نہیں کرسکتا۔ الذی خلقك اے انسان! پہلے اللہ نے تجھے پیدا کیا ''فسواك فعدلك'' پھر تجھے برابر کیا، ''فعدلك'' ایسا برابر کیا دونوں ہاتھ۔ کندھے سے لیکر ہتھیلی تک پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ ناپو! دونوں کا ایک ہی ناپ ہے۔ ایک انچ کا بھی فرق نہیں ''فعدلك'' ایسا برابر کیا۔ ''فی ایِّ صورۃٍ ماشاء رکبك'' پھر اللہ نے جس صورت میں چاہا تجھے بنایا، ایسے قالب کے اندر تجھے ڈھالا کہ تمہاری تصویر جیسا دنیا میں کوئی اور انسان اللہ نے نہیں بنایا۔ ہر انسان کو اللہ نے الگ الگ صورت عطا فرمائی۔ اور یہ صرف انسانوں میں نہیں، جانوروں کے اندر بھی ہے۔ لیکن ہر آدمی اس کو پہچان نہیں سکتا۔ جو آدمی کسی بھینس کا مالک ہو وہ ہزار بھینسوں کے اندر بھی اپنی بھینس کو پہچان لے گا۔ ہمیں تو ایک جیسی نظر آئیں گی، لیکن وہاں بھی اللہ نے فرق رکھا ہے۔ ''فِی ایِّ صورۃٍ ماشاء رکبك'' اللہ نے کتنا فرق رکھا ہے، یہ اللہ کی کاریگری ہے۔

اللہ جل شانہ نے تجھ پر کتنا احسان کیا کہ تمہیں عدم سے وجود میں لایا، پانی پر مصوری کی اور اللہ نے تیرے اوپر انعامات کی بارش کی، تو اللہ فرماتے ہیں میں نے انسان کو سب سے محترم بنایا، مکرم بنایا، کسی کے سامنے اس کو جھکایا نہیں، اس کو صرف اپنے لیے بنایا۔ کسی کے لیے نہیں بنایا، نہ مٹی کے لیے، نہ دریا کے لیے، نہ اسباب کے لیے اور نہ کسی اور چیز کے لیے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے انسان کو دنیا کی چیزوں کے لیے نہیں بنایا بلکہ اس کے لیے سب کچھ بنایا۔ ''ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاثم الستویٰ الی السماء فسوٰ ھن سبع سمٰوٰت، وھو بکل شئی علیم'' زمین اور زمین کے اندر کی تمام چیزیں اللہ نے تمہارے لیے بنائیں۔ ''وسخرلکم مافی الارض جمیعا منہ'' آسمان، زمین میں جتنی چیزیں ہیں اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیں۔ اتنا محترم بنایا۔

اور اللہ فرماتے ہیں ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' ہم نے اس کو بہتر بناوٹ میں پیدا کیا، جانوروں کو اللہ نے کیسی بناوٹ دی ہے، بیچارے چار پاؤں سے چلتے ہیں، کوئی صفائی نہیں، کچھ نہیں، مجبور ہیں اور گندگی کے ڈھیروں پہ چلے جا رہے ہیں۔ انسان کو اللہ نے سیدھا کھڑا کیا، بہتر صورت اور شکل دی، کوئی گندگی نہیں، صفائی ستھرائی کے ساتھ رہتا، چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا ہے۔

''فی احسن تقویم، ثم رددنا ہ اسفل سافلین'' ۔اب دونوں کا آپس میں تطابق کیسے ہے؟ اللہ فرماتے ہیں اس کو ہم نے بہتر بناوٹ میں پیدا کیا، پھر ہم نے اس کو لوٹایا ''اسفل سافلین'' ۔کیا مقصد؟ اللہ بنائے پھر اسفل سافلین میں کیسے بنائے گا؟ اللہ فرماتے ہیں، ہم نے اس کو ایسی بہتر بناوٹ دی کہ اس مٹی کے اندر میں نے اپنا راز رکھا، اس کے اندر اپنی روح پھونکی، اپنی معرفت کا سامان رکھا اور اس کو ایسے بنایا کہ ذرا بھی محنت کرے تو بزبان شاعر...... ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

یہ بہت زرخیز مٹی ہے، اور اس کا شان عرش معلیٰ سے بھی اوپر چلا جاتا ہے۔ اس مٹی کی اتنی بڑی شانیں ہیں، لیکن جب اس نے اپنے آپ کو اس مٹی کے اندر فنا کر دیا اور روح کی پرواہ نہیں کی، اپنی روحانی قوتوں کو اجاگر نہیں کیا اپنے آپ کو اس زمین کے ساتھ، پستی کے ساتھ ملا دیا، تو اللہ نے کہا ''ثم رددناہ اسفل سافلین'' اس کی بداعمالی وجہ سے ہم نے اس کو اسفل سافلین بنا دیا۔ ہم نے تو اس کو بہتر اور مکرم و محترم بنایا۔ حتیٰ کہ انسان کے وجود میں اللہ نے اپنا راز رکھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے نبی بنایا، اور ان کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ نبیوں کا یہ سلسلہ اس لیے ہے کہ وہ اس مٹی (انسان) کو اپنے اصلی مقصد سے آگاہ کر کے اس پر چلائیں، انسان کو اللہ نے جس مقصد کے لیے بنایا ہے یعنی اپنی ذات کی معرفت کے لیے، ہر انسان اس مقصد

کو پہچانے اور اس کے لیے کوشش کرے۔ ہر انسان انبیاء کی محنت سے اس مٹی پر محنت کر کے اپنی روح کو اُجاگر کرے، اپنی مرضیات وخواہشات کو فنا کرے، اپنے رب کی طرف آ جائے، اسکی روحانی قوتیں اُجاگر ہوں اور اس کی روح کا تعلق اپنے رب کے ساتھ جڑ جائے۔اسی لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آئے۔اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان اپنے مٹی والے وجود کی نفی کر کے اس کو بالکل مٹا دے "لا اِلٰہ" کی ضرب سے مٹی کے وجود کی ایسی نفی کر دے کہ اس کے اندر مٹی کی کوئی حیثیت باقی نہ رہے۔اور دل کو مانجھ کر ایسا صاف کرے کہ اس کے دل میں صرف اللہ کی محبت ہو، غیر کی محبت نہ ہو، اسباب کی محبت نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو، جب اس کا دل ایسا صاف ہوگا تو پھر اس کا وجود عالم بالا کی طرف جائے گا اور اللہ کی ذات کے ساتھ اس کا تعلق کامل مکمل ہو جائے گا اور اس کو اپنے رب کے ساتھ نسبت ہو جائے گی۔اور یہ "لا الہ" کی ضرب سے ہوگا۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من وتو　　　پلا کے خودکو مَے "لاالہ الاھو"

کہ جب لا الہ کی مے پیے گا تو اُس سے اس کی مرضیات فنا ہوں گی، اس کی خواہشیں فنا ہوں گی اس کے فنا ہونے کے بعد اس کی روحانی قوتیں اُجاگر ہوں گی۔جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لیے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ اس مٹی کے اندر جو اصل چیز ہے اُسے اجاگر کریں، تا کہ اس مٹی کا تعلق اپنے رب کے ساتھ جڑ جائے۔اس کے اندر مادی، سفلی قوتوں، اسباب اور خواہشات کی جو محبت ہے وہ اس کے دل سے فنا ہو جائے، اس کا تعلق اپنے رب کے ساتھ ہو جائے۔جس طرح حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

دل میرا ہو جائے اِک میدان ہُو　　　تُو ہی تُو ہو،تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو
میرے بدن میں بجائے آب و ِگل　　　دردِ دل ہو، دردِ دل ہو،دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر　　　تُو ہی تُو نظر آئے دیکھوں جدھر

اس وجود میں صرف اللہ کی ذات نظر آئے اور کچھ بھی نہ ہو۔اپنی خواہشات، اپنی مرضیات سب کچھ اللہ کی محبت کے اندر فنا ہو جائے۔اسی لیے اللہ نے اس روح کی غذا کا انتظام زمینی چیزوں سے نہیں کیا بلکہ آسمانوں سے کیا، روح کو جس غذا کی ضرورت تھی وہ یہاں سے مہیا نہیں کی، مٹی کو جس غذا کی ضرورت تھی اللہ نے زمین سے پیدا فرمائی، اور روح کو جس غذا کی ضرورت تھی اللہ نے زمین سے اس کا انتظام نہیں فرمایا، بلکہ اللہ نے اپنے خزانوں سے اس کا انتظام فرمایا۔اللہ نے اس روح کی غذا کے لیے اپنے انبیاء کے ذریعے سے انسان کو علم عطا فرمایا، جس طرح اللہ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے قرآن کریم عطا کر دیا۔

یہ قرآن کہاں سے آیا؟ یہ زمینی ہے یا آسمانی؟ (آسمانی!) ''تَبَرَّکْ بِالْقُرآن فَاِنَّهٗ کَلامُ اللّٰه'' اللہ کے قرآن سے تبرک حاصل کرو، یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا باطن ہے، تو جو اللہ کا باطن ہے وہ زمینی ہوسکتا ہے؟ (نہیں!) ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْعَرْشِ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''لاحول ولا قوة الا بالله'' کا ذکر عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ''لااله الاالله'' یہ بھی علوی چیز ہے ''اليه يصعد الكلم الطيب'' پاکیزہ کلمے اوپر اللہ کی طرف چڑھتے ہیں، تو یہ سب عالم بالا کی چیزیں ہیں! جتنے بھی پاکیزہ کلمے ہیں ''لااله الاالله'' ہو ''الله اكبر'' ہو، ''الحمد لله'' ہو ''سبحان الله'' ہو، جتنے بھی اذکار ہیں، جتنی بھی روحانی غذائیں ہیں، اللہ کا ذکر ہے یہ سب اوپر جاتے ہیں ان کا مرکز اوپر ہے، اور یہ خود بھی اوپر جاتے ہیں اور جو پڑھنے والا ہے اس کو بھی اوپر لے جاتے ہیں، اس کو فرشی نہیں بلکہ عرشی بنادیتے ہیں، انہیں بھی اللہ جل شانہ وہ مقام عطا فرماتا ہے کہ وہ خود بھی اوپر ہوتے ہیں، اس لیے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں ''یایھاالذین آمنوا اذکروا الله ذکراً کثیراو سبحوه بُكرة و اصيلا'' اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو!

قرآن میں جتنی بھی عبادتیں ہیں ان کے بارے میں اللہ نے نہیں فرمایا کہ زیادہ کرو! نماز وقت پر پڑھو! زکوٰۃ شرطوں کے ساتھ دو! حج اپنے وقت پر مقرر ہے، تمام عبادتیں اپنے اوقات کے ساتھ مقرر ہیں لیکن اللہ فرماتے ہیں ذکر کا کوئی وقت نہیں، اتنا کثرت کے ساتھ کرو، اتنا کثرت کے ساتھ کرو فرمایا ''اُذْکُرُوا اللّٰهَ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ'' اتنا ذکر کرو کہ لوگ کہیں یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانگی ہی انسان کو اللہ کی محبت کے قریب لے جاتی ہے، جب دیوانگی آتی ہے اور وہ اللہ کی محبت میں مجنون ہوتا تو اُسے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے، دیوانہ پن ہی انسان کو اللہ کے قریب کرتا ہے، اس لیے اللہ فرماتے ہیں کثرت کے ساتھ ذکر کرو!

اللہ نے مومن کی صفات بیان فرمائیں، '' ان المسلمین والمسلمٰت والمومنین والمومنٰت، والقٰنتین والقٰنتٰت، والصٰدقین والصٰدقٰت، والصٰبرین والصٰبرٰت، والخٰشعین والخٰشعٰت، والمتصدیقین والمتصدقٰت، والصٰئمین والصٰئمٰت، والحفظین فروجهم والحفظٰت، والذاکرین الله کثیراً والذّٰکرٰت'' اور کسی بھی صفت میں کثرت کا ذکر نہیں لیکن ذکر میں کثرت کا ذکر ہے، ''**والذاکرین الله کثیرا** ''، ''ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنهارلاٰیٰت لاولی الباب۔الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض، ربّنا ماخلقت هذا باطلاً، سبحٰنك فقناعذاب النار'' اللہ فرماتے ہیں عقل والے وہ ہیں جو کھڑے ہوئے، پہلو کے بل لیٹے ہوئے اور ہر حال کے اندر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور ہر حال کے اندر فکر کرتے ہیں، اہلِ ذکر، اہلِ فکر کو اللہ نے عقل والا کہا ہے، جبکہ ہم عقل والا اسے کہتے ہیں جس کے پاس

مال کوٹھیاں اسباب وغیرہ زیادہ ہوں، اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بڑا عقل والا ہے، حالانکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں عقل والا وہ ہے جس کے پاس اگرچہ دنیاوی مال وغیرہ کچھ بھی نہ ہو، لیکن میری محبت کی دولت اس کے سینے میں ہو وہ عقل والا ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کی جامع مسجد میں بیان کیا، (اُس زمانے میں اُن کے پیچھے بھی لوگ لگے ہوئے تھے، کہ یہ اہل علم ہیں) حضرت نے فرمایا ''ولی اللہ اپنے پہلو کے اندر ایک تڑپتا ہوا دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ کی محبت کے ایسے ہیرے، موتی ہیں جن کا مقابلہ تمہارے سلاطین کے ہیرے اور جواھر نہیں کر سکتے'' جس مومن کی سینے میں اللہ کی محبت کے ہیرے ہوں اس کا مقابلہ دنیا کے ہیرے نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا روشن اور چمکدار ہیرا ہوتا ہے، جسے کوئی توڑ نہیں سکتا، جسے کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا، جس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا، وہ نور ہمیشہ باقی رہتا ہے ع اپنے ہی سوزِ باطن سے جلائے شمع غیر فانی

اللہ کے ذکر و محبت سے سینے کے اندر اللہ کے نور کا جو چراغ روشن ہوتا ہے اس کی نسبت اللہ کی ذات کے ساتھ ہوتی ہے، وہ نہ بجھنے والا چراغ ہوتا ہے، اس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا، اس نور کی برکت سے انسان کا پورا وجود ''بقعۂ طور'' اور ''بقعۂ نور'' بن جاتا ہے۔ اور جس طور کے اندر اللہ کی تجلی ہو وہ طور بقعۂ نور بن جاتا ہے، اس وجود کے اندر بھی اللہ کے نور کی تجلی ہو تو یہ بھی طورِ سینا بن جاتا ہے۔

جبل طور ایسے ہی طور نہیں بن گیا تھا، بلکہ اللہ فرماتے ہیں "فلما رء ا الی الجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا" اللہ سے موسیٰ علیہ السلام نے جب عرض کیا "رب ارنی انظر الیك" یا اللہ! میں تجھے دنیا میں دیکھنا چاہتا ہوں!، اللہ نے فرمایا "لن ترانی" تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا، دنیا میں یہ آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی، اس آنکھ کے اندر اللہ نے اپنے رب کو دیکھنے کی صلاحیت رکھی ہی نہیں، یہ آنکھ صرف محسوسات اور مبصرات کے لیے ہے، اللہ کی ذات مغیبات میں سے ہے، اس کو یہ آنکھ نہیں دیکھ سکتی، پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "ولکن انظر الی الجبل" ہاں البتہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ! میں اس پر اپنی تجلی ڈالتا ہوں، "فان استقر مکانه فسوف ترانی" اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا تو تم مجھے دیکھ سکتے ہو، "فلما را الی الجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا" عجیب منظر ہے! کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہاڑ کی طرف دیکھا، اب نظریں اس کی طرف ہیں، اللہ نے کوہِ طور پر اپنی تجلی نازل فرمائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا، اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے ہوش ہو گئے، "فلماافاق قال سبحانك تبت الیك وانا اول المومنین" جب ہوش میں آئے تو پھر اللہ کی پاکیزگی بیان کی، اب اللہ جل شانہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھا رہے تھے کہ ''اے موسیٰ! تم ان آنکھوں سے مجھے دیکھ نہیں سکتے، لیکن اگر تم اس جبل طور کی طرح اپنے وجود کو ریزہ ریزہ

کردو گے تو میں تمہارے وجود کے ذروں ذروں کے اندر اپنے جلوے سما دوں گا''، ''فخر موسیٰ صعقا'' موسیٰ بے ہوش کیوں ہوئے؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لیے بے ہوش ہوئے کہ انہوں نے کوہِ طور کو دیکھ کر اپنے وجود کو توڑا، اللہ نے اپنے نور کی تجلّی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں فرمائی تو موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے۔ جبلِ طور کو دیکھ کر بے ہوش نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے ان کے اپنے ہی وجود میں اپنے نور کی تجلّی فرمائی، ''فلما افاق'' حضرت موسیٰؑ جب ہوش میں آئے اور اپنے وجود میں دیکھا تو اللہ کا ہی نور نظر آیا ''قال سبحانك'' عرض کیا یا اللہ! تیری ذات پاک ہے، تیری ذات اس چیز سے پاک ہے کہ کسی مومن کے وجود میں تیرا نور تو آ سکتا ہے لیکن تیری ذات کسی کے وجود میں حلول نہیں کر سکتی، تو حلول سے پاک ہے، تُو حسی طور پر کسی کے وجود میں سما نہیں سکتا، تیرے جلوے آ سکتے ہیں، میرے اندر تیرے جلوے آئے ہیں، تیری ذات پاک ہے کہ تُو حسی طور پر کسی مومن کے اندر سما سکے۔

''تبت الیك وانا اول المومنین'' حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بے ہوش ہوئے تو ''فنا'' کے مقام میں تھے، ''فلمّا اَفاق'' جب ہوش میں آئے تو ''بقا'' کے مقام میں تھے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فنائیت اور بقائیت کے مقام سے گزار کر تکمیلِ نبوت فرمائی، ہر نبی ''فانی فی اللہ''، اور ''باقی باللہ ہوتا ہے''۔ امتی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے جتنے بھی مقامات طے کرتے ہیں انبیاء کے لیے سارے بدیہی مقامات ہیں، کوئی ایسے عام مقامات نہیں تھے، بلکہ انبیاء کا ایسی جگہوں سے گزر ہوا کہ اللہ نے انہیں ساری چیزیں اپنی آنکھوں سے دکھائیں، اللہ کے نیک بندے جتنی چیزیں روحانی طور پر دیکھتے ہیں، انبیاء کے لیے یہ مشاہدے کی باتیں تھیں، تو اللہ جل شانہ نے اپنے نبیوں کو ان تمام مقامات سے گزارا، یہ سب مقامات اللہ نے عطا فرمائے، اللہ کے جلوے اس وجود کے اندر بھی سما سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ یہ جو وجود ہے جس کو ہم نفس سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے کہتے ہیں ''یہ نفس ہے!''۔

بعض لوگ کہتے ہیں نفس کہاں ہے؟ یہ کیا ہے! یہ تو کچھ نہیں! اگر کچھ نہیں تو ذرا اس کی خواہشات کے خلاف چلو! تمہیں پتہ تو چلے، یہ کہتا ہے کہ مجھے مرغ کھلاؤ تو آج ذرا دال کھلا کے دیکھو! تمہاری پٹائی کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ اس کی خواہش کے خلاف کر کے تو دیکھو! تجھے پتہ چلے! اگر اتنا آسان کام ہے تو چلو! کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ حالانکہ اسی کے بھرنے کے لیے پوری دنیا حیران و پریشان ہے، اور اسی کے حرص اور اسی کی خواہش میں اللہ فرماتے ہیں ''افرایت من اتخذ الھه ،ھواہ'' اللہ فرماتے ہیں اے محبوب! تو نے ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا، وہ خواہش کے پیچھے اپنی پیشانی کو جھکاتا ہے، جہاں اپنی خواہش ملتی ہے وہاں اپنی پیشانی جھکا دیتا ہے، خواہشات کی پیچھے دَر دَر اپنے وجود کو رُلاتا ہے، حتیٰ

کہ خواہشات کے حرص میں اپنے وجود کو فنا کر دیا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں جو میرے جلوؤں کو اپنے وجود کے اندر سمائے اور کوہِ طور کی طرح، قلبِ موسیٰ، اور وجود موسیٰ کی طرح اپنے آپ کو اللہ کی محبت میں بے ہوش کر کے ہوش ختم کر دے، بے خود کر دے تو اُسے میں اپنی بقا سے نوازتا ہوں۔

جہاں خُو دگشت بے خودکئی شمارَدْ بیک جاملک و کاؤس وکے

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کی محبت کا پیالہ پیا اور اس میں مست ہوگیا تو حافظ! ''کاؤس''، ''کے'' کی حکومت اس کے مقابلے میں کوئی حکومت نہیں رہتی۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں نیم شب کی حکومت عطا فرمائی ہے ہمیں نیم روز کے صبح کی کوئی ضرورت نہیں، آدھی رات کی جو اللہ نے حکومت عطا فرمائی ہے۔ رات کو اٹھ کر جو ہم اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اپنے محبوب کے جلوؤں کو جو اس خاص رحمت کے نزول کا وقت ہوتا ہے اس کو اپنے وجود میں سموتے ہیں، اللہ کے جلوے لیتے ہیں، اللہ سے خلوت کرتے ہیں یہ مقام جو اللہ نے ہمیں عطا فرمایا یہ نیم روز والوں کو کہاں نصیب ہے! انہیں یہ نہیں مل سکتا، اور فرماتے ہیں اگر میرے اندر دنیا کی ہوس اور دنیا کی محبت ہو، تو وقت کے حکمران کو کہتے ہیں کہ تمہارے اس تاج کی طرح میرا بھی بخت شاید سیاہ ہو جائے، اللہ سیاہ کرے، اگر میرے دل کے اندر اس کی ہوس ہو۔ اللہ نے میرے دل کے اندر دنیا کی ہوس نہیں رکھی، دنیا کی محبت نہیں ہے۔

اللہ کے جلوے اُس وقت آتے ہیں جب یہ وجود ٹوٹتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے، اللہ فرماتے ہیں ''اِنَا عِنْدَ قَلْبِ عَبْدِی الْمُنْكَسِرِ'' میں اس دل کے قریب ہوتا ہوں جو امیدوں سے شکستہ رہتا ہو۔ اللہ کے مقرب بندے اپنی امیدوں کو فنا اور ختم کرتے ہیں۔ انسان کو اگر دنیا میں کچھ عزت مل جائے تو نفس کہتا ہے میرے بڑے بڑے القاب ہوگئے، فلاں زندہ باد، فلاں یہ، میں اگر کہیں جاؤں تو لوگ بڑی بڑی تعریفیں کریں گے اور استقبال کریں گے تو پھر میری خیر ہوگی، یاد رکھو! جب کسی نے یہ سوچا کہ میری اصلاح ہو چکی ہے تو اس دن سے اس کا انحطاط اور تنزل شروع ہوگیا۔ اللہ اپنے محبوب کو فرماتے ہیں ''واعبد ربك حتیٰ یاتیك الیقین'' اس وقت تک عبادت کو جاری رکھ، جب تک موت نہ آئے۔ موت کے وقت تک اپنی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سلطان المشائخ کہلاتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینے شریف جا رہے تھے، مدینہ منورہ کے شیوخ کو جب پتہ چلا کہ ابراہیم بن ادھمؒ آرہے ہیں تو وہ ان کے

استقبال کے لیے چلے، حضرت بھی ایک قافلے کے ساتھ مدینہ کی طرف جا رہے تھے، اِدھر حضرت کو پتہ چل گیا کہ میرے استقبال کے لیے مدینہ شریف کے لوگ آ رہے ہیں، حضرت نے قافلے والوں کو فرمایا کہ ''آپ آہستہ آہستہ چلو، میں آ رہا ہوں!'' قافلہ والے آ رہے تھے حضرت پہلے چلے گئے اور اپنی ہیت کو تبدیل کر دیا، پگڑی شگڑی اتار کر ہیت بدل دی۔ جب وہاں پہنچے تو مشائخ سامنے کھڑے تھے، حضرت نے کہا السلام علیکم، انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ حضرت نے پوچھا، آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سلطان المشائخ ابراہیم بن ادہم آ رہے ہیں ہم ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہیں، حضرت نے کہا: وہ تو ایسا ویسا ہے، اپنے کو خوب گالیاں دیں، ان کو غصہ آیا کہ یہ ہمارے شیخ کو گالیاں دیتا ہے! انہوں نے پکڑ لیا اور اتنا مارا پیٹا کہ مٹی میں ملا دیا۔ حضرت اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے دور جا کھڑے ہوئے اور اپنے نفس کو مخاطب ہو کر کہا کہ تو سمجھتا ہے میں سلطان المشائخ ہوں، تیرا بڑا استقبال ہوگا؟ (لے تیرا علاج یہی ہے)

یہ لوگ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنی اصلاح سے غافل نہیں تھے جبکہ ہم کچھ بھی نہ ہونے کے باوجود اپنی اصلاح سے غافل ہو چکے ہیں، ہم دستار باندھ لیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے مصلح بن گئے۔ ہم چلہ لگا لیں تو کہتے ہیں کہ ہم مصلح بن گئے، ہماری اصلاح ہوگئی ہے۔ یاد رکھو! کبھی کوئی اپنی اصلاح سے غافل نہ ہو۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نفس کو مردہ سانپ کی طرح سمجھو! وہ مردہ سانپ جو ٹھنڈ کی وجہ سے مردہ بن جاتا ہے، لیکن وہ مرا ہوا نہیں ہوتا صرف مردے جیسا ہو جاتا ہے۔ جب دھوپ لگتی ہے، اس کو گرمی اور تپش پہنچتی ہے اور برف پگھلنے لگتی ہے، تو اس کے اندر پھر حرکت آ جاتی ہے، فرماتے ہیں نفس بھی مردہ سانپ کی طرح ہے، جب انسان کے اندر ذکر و فکر کی ٹھنڈک کی وجہ سے اللہ کی محبت کی ہوائیں چلتی ہیں تو یہ نفس مرجھا جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے، ٹھنڈک کی وجہ سے پڑا ہوا ہوتا ہے، اور جوں ہی اسے دنیا کی گرمی اور تپش لگتی ہے تو فوراً یہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اسے مردہ مت سمجھو! اسے دنیا کی تپش اور حرارت لگے گی تو زندہ ہو جائے گا۔ اس کی اصلاح سے کبھی غافل مت ہو۔

اسی لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اِنَّ ھٰذَا عَدُوُّکَ الَّذِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ'' تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے ساتھ ہے، یعنی تمہارا اپنا نفس۔ شیطان نہیں ''**ان ھٰذا عدوک الذی بین جنبیک**'' یہ نفس ہے۔ سب سے بڑا دشمن یہ ہے جو تمہیں اپنے رب سے روک رہا ہے، تمہارے اور رب کے درمیان حجاب ہے، حضرت (قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین) رحمۃ اللہ علیہ حافظ شیرازی کا ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔ ع تو خود حجابِ خودی حافظ، اَز میا برخیز

حافظ! اپنے اور اپنے رب کے درمیان حجاب تو خود ہے، تو اپنے آپ کو مٹا دے اور ہٹا دے تو

تیرے اور تیرے رب کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ صرف یہ نفس حجاب ہے۔ اللہ کے نور کی تجلیاں جب مومن کے وجود کے اندر آئیں گی اور وہ مومن اپنی امیدیں شکستہ اور اس وجود کو ریزہ ریزہ کردے گا، اپنی امیدوں کو فنا کردے گا تو پھر اللہ کے نور کے جلوے اپنے اندر پائے گا۔

بچا کے بچا کے رکھ یہ آئینہ وہ آئینہ جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

جب اللہ کی محبت میں شکستہ ہو جائے تو آئینہ ساز کی نگاہ میں اس سے بڑھ کر کوئی آئینہ نہیں۔ یہ وہ آئینہ ہے جب ٹوٹتا ہے تو اپنے رب کو دیکھتا ہے، اور جب ٹھیک ہوتا ہے تو دنیا کی محبتیں اس کے اندر ہوتی ہیں، اس آئینے کو توڑ دو! فنا کردو، ختم کردو تو اس کے اندر تمہیں اپنے رب کے جلوے نظر آئیں گے اللہ کی محبت نظر آئے گی، پھر یہ نماز یہ عبادتیں بلکہ ساری زندگی وہ ہو جائے گی جو اس سے پہلے اللہ کے نیک بندوں کی ہوا کرتی تھی۔ اللہ نے جس انسان کو پیدا کیا ہے اس کے سینے کے اندر دل بھی رکھا ہے اور دل کے اندر اپنی محبت اور معرفت کا پرزہ بھی رکھا ہے۔ یہ ہر انسان کے دل میں ہے، صرف اللہ کے ذکر سے اللہ کی محبت سے اسے اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں قرآن کریم کے یہ علوم عطا فرمائے۔

یہ قرآن کیا ہے؟ یہ انسان کے دل کی آبیاری کرتا ہے، نبی کا کام کیا ہے؟ تزکیہ کرنا، قرآن کے ذریعے سے دلوں کو جلا بخشنا، دل کو حیات بخشنا۔ یہ دل کی آبیاری کرتا ہے پھر مومن کے سینے کے اندر جو بھی حکمت کا بیج بویا جائے وہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ وہ شجر باقیہ ہوتا ہے، اس کے ثمرات تا حیات رہتے ہیں، اس کے اچھے ثمرات ہوتے ہیں، دنیا میں بھی وہ کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔ دلوں کی آبیاری اللہ کریم قرآن مجید سے فرماتے ہیں، اسی لیے کہتے ہیں کہ قرآن کریم فطرت کی کتاب ہے۔ آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے ''قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون'' موضوع لمبا چوڑا ہو گیا۔

اللہ فرماتے ہیں، اہل علم اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے، جنہیں اللہ نے اپنے قرآن کی دولت عطا فرمائی اور جنہیں دوسرے علوم عطا فرمائے وہ سارے کے سارے جاہل اور بے علم ہیں، علم رکھتے ہوئے بھی بے علم ہیں، حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَضِیۡنَا قِسۡمَةَ الۡجَبَّارِ فِیۡنَا لَنَا عِلۡمٌ وَّلِلۡجُهَّالِ مَالٌ

فَاِنَّ الۡمَالَ یَفۡنٰی عَنۡ قَرِیۡبٍ وَاِنَّ الۡعِلۡمَ یَبۡقٰی لَایَزَالٗ

ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں، ہمیں اللہ نے علم دیا اور جتنے بھی دنیا والے کفار اور جاہل تھے ان کو مال دیا، علم لافانی دولت ہے، مال فانی ہے، ختم ہو جاتا ہے، علم ختم نہیں ہوتا، مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، علم اپنے اہل علم کی خود حفاظت کرتا ہے، مال فانی ہے اور علم باقی ہے۔ مال دنیا کے اندر انسان کو اللہ سے دور کرتا ہے۔

علم انسان کو اپنے رب کے قریب کرتا ہے ''انما یخشی الله من عباده العلماء'' علم کے ذریعے سے مومن کے سینے میں اللہ کا خوف، تقویٰ کا نور اور اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، یہ قرآن کا علم ہے یہ فطرت کی کتاب ہے۔ اور یہ سمجھ لو! کہ دنیا کے جتنے بھی علم ہیں خواہ ان کو ہم علوم ہی کہیں لیکن وہ علوم ضرورت ہیں، جب ضرورت ختم ہو جائے گی یہ علم ختم ہو جائیں گے اور قرآن کا جو علم ہے یہ علم فطرت ہے، آپ سوال کریں گے کہ فطرت کے علم میں اور ضرورت کے علم میں فرق کیا ہے؟ سیدھا سادا فرق ہے۔ وہ یہ فرق ہے کہ یہ حافظ قرآن ابھی آپ کے سامنے تلاوت کر رہے تھے، آپ کو مزہ اور لطف آ رہا تھا؟ (جی) کیوں آ رہا تھا؟ کتنا سرور آ رہا تھا! کیا آپ اس کے معنیٰ سمجھ رہے تھے؟ (نہیں) پھر آپ کو کیوں مزہ آ رہا تھا؟ میں ابھی پشتو بولوں، جس کو پشتو سمجھ نہیں آتی اس کو مزہ آئے گا؟ (نہیں) تو قرآن کریم سنانے سے دل کے اندر محبت کیوں پیدا ہوتی ہے؟ لذت پیدا کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے کہ قرآن کریم فطرت کی کتاب ہے۔ اس کے الفاظ انسان کے دل میں لگتے ہیں، اگر کوئی یہاں کھڑے ہو کر علامہ اقبال کے اشعار سنائے اور عبدالرحمان المعروف رحمان بابا کے قصیدے سنائے، شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بیت سنائے تو کیا یہاں مجلس رونق والی ہوگی یا بے رونق ہو جائے گی؟ (بے رونق) اگر خوامخواہ وہی سناتا رہے اور مجلس مشاعرہ بن جائے تو مجلس بے رونق ہو جائے گی حالانکہ ہم اسے سمجھتے بھی ہیں، اور قرآن کریم کے معانی ہم سمجھتے بھی نہیں پھر بھی جس مجلس میں قرآن پڑھا جائے وہاں اللہ کی رحمت کا نزول محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن فطرت کی کتاب ہے۔

اس سے بھی ایک عجیب بات ہے......!! یہ تو ہم مسلمانوں کا حال ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان نہ ہو، انگریز ہو، وہ قرآن کی تلاوت سنے تو وہ بھی روتے ہیں، رمضان میں حرمین شریفین میں (تراویح میں) قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، انگریز یورپ میں بیٹھ کر سنتے اور وہاں روتے ہیں۔ وہ وہاں کیوں روتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ فطرت کی آواز ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے، آسمانی کلام انسان کی روح سے ملتا ہے تو روح اجاگر ہوتی ہے تو آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں، اللہ سے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جل شانہ کی خواب میں ایک سو (100) مرتبہ زیارت کی، ایک مرتبہ میں نے رب سے پوچھا، یا اللہ! آپ کے قرب کا ذریعہ کیا ہے؟ فرمایا میرے قرب کا ذریعہ میرا کلام ہے۔ تو میں نے عرض کیا، یا اللہ! اس کو سمجھتے ہوئے پڑھنا یا بغیر سمجھے؟ اللہ نے فرمایا جس طرح بھی پڑھو، سمجھ کر تلاوت کرو یا بغیر سمجھے تلاوت کرو، میرا قرب مومن کو نصیب ہوگا۔ کتنی بڑی بات ہے، جس کلام سے اللہ کا قرب نصیب ہو، اس لیے کہ وہ روح میں لگتا ہے، اللہ نے انبیاء، اولیاء مومنین مخلصین کے سینے میں صلاحیت پیدا فرمائی کہ قرآن پڑھنے سے ان کے سینے کے اندر نور آتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ہوتا، ہمیں کیا ہوگا؟ (ہماری

مثال تو یرقان کے مریض جیسی ہے) یرقان کے مریض کو کوئی چینی کھلادے اسے کڑوی محسوس ہوگی، لیکن یہ چینی کا جرم نہیں، شکر کا جرم نہیں، بلکہ اسکی اپنی بیماری اور مرض کا جرم ہے،۔ہم بھی گناہوں کے صفراء اور یرقان کے اندر مبتلا ہیں، قرآن کا لطف ہمیں اس لیے محسوس نہیں ہوتا کہ گناہوں کا یرقان لگا ہوا ہے، ورنہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں "لو انزلنا ھذالقرآن علیٰ جبل، لرایته خاشعا متصدعا من خشیة الله" اگر میں قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتا تو آپ دیکھتے کہ پہاڑ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔اتنی بڑی قوت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی ہندو نے کہا کہ شاہ صاحب! تم مسلمان اللہ کا کلام پڑھنے والے کہتے ہو کہ اللہ نے ہمیں سب کچھ دیا ہے، ذرا اپنی مسجدوں کو تو دیکھو! کئی جگہ سے دراڑیں پڑی ہوئی ہیں، ان کو تو بناؤ! شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تمہارا جو سب سے بہتر کوٹھا ہو مجھے اُس میں لے چلو!'' وہ لے گئے، شاہ صاحب نے وہاں یہ آیت پڑھی "لو انزلنا ھذالقرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیت الله، وتلك الامثال نضربها للناس لعلھم یتفکرون" شاہ صاحب نے پڑھا تو بنگلے کی چھت کے اندر دراڑیں پڑ گئیں، تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارا یہ بنگلہ قرآن کی ایک آیت کا بوجھ برداشت نہیں کرتا، یہ ہماری مسجدیں ہیں جنہوں نے قرآن کے تیس (30) پاروں کا بوجھ برداشت کیا ہوا ہے۔اللہ کا کلام کوئی معمولی نہیں، وہ سینے کتنے پرلطف اور مبارک سینے ہیں جن میں اللہ نے قرآن مجید محفوظ فرمایا، ننھے منے بچوں کے سینوں میں اللہ نے قرآن کی دولت رکھ دی۔اللہ فرماتے ہیں میں اپنے اس علم کی حفاظت کرنے میں کسی بوڑھے کا، کسی فوج کا، دنیا کے اسباب اور قوت کا محتاج نہیں ہوں، اگر میں حفاظت کروں تو ان بچوں سے کرواسکتا ہوں۔اگر بوڑھوں سے کرواتا تو لوگ کہتے کہ ان بوڑھوں کو اپنے مذہب کی فکر پڑی ہے، اگر اللہ فوج سے اور حکومت سے کرواتا تو دنیا والے کہتے کہ حکومت والے اپنی حکومت کے زور سے قرآن کی حفاظت کر رہے ہیں۔اگر دولت مندوں سے کراتا تو کہتے کہ مسلمان اپنے مال کے سبب سے قرآن کی حفاظت کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں کسی کا محتاج نہیں۔میں بچے سے کراتا ہوں۔جن کو بازار میں سودا لینے کے لیے بھیجو، پانچ چیزیں بتاؤ ساری بھول جائیں گے، ایک بھی یاد نہیں رہے گی، لیکن قرآن کے تیس پارے یاد ہیں اگر تم غلطی کرو تو اٹھ کے کہیں گے کہ تم غلط پڑھ رہے ہو مولوی صاحب! اللہ نے اتنی شان سے نوازا ہے، ہم اسے معمولی نہ سمجھیں، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔دلوں کی آبیاری کے لیے اللہ نے ہمیں یہ علم عطا فرمایا، اس کے ساتھ روحانی قوتوں کو اللہ نے اجاگر کر کے انبیاء کے واسطہ سے مومن کے سینے کا تعلق ان علوم کے ذریعے اپنی ذات کے ساتھ قائم فرمایا، اللہ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ

گستاخِ رسول کی سزا......اور......مسلمانوں کی ذمہ داری

اسلام اپنی حقانیت، اعلیٰ اقدار اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کی بدولت جس قدر تیزی سے دنیا میں پھیل رہا ہے، اسی قدر مخالف قوتیں اس کا راستہ روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں، اور ''**الکفر ملة واحدة**'' کفر ایک ہی جماعت ہے کے فرمان نبوی کے تحت تمام باطل ادیان اس میں شریک ہیں مگر سب سے بھونڈا انداز اس میں یہود ونصاریٰ اور ان کی آلہٗ کار جماعتوں کا ہے۔

☆...... تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جا رہے تھے تو بحیرہ نامی راہب نے اس قافلہ میں خرق عادت کے طور پر پیش آنے والے کچھ حالات معلوم کر کے قافلہ والوں سے ملاقات کی اور اپنی کتاب میں بیان کردہ نبی آخر الزمان ﷺ کی علامات حضور علیہ السلام میں دیکھ کر آپ کے چچا سے کہا کہ اس بچے کو شام لے کر نہ جائیں بلکہ یہاں سے ہی مکہ واپس بھیج دیں، ایسا نہ ہو کہ یہود ونصاریٰ ان کو تکلیف پہنچا دیں، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی، اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی یہود ونصاریٰ کے دل آپ کے بارہ میں بغض وعناد سے بھرے ہوئے تھے۔

☆...... جب آنحضرت ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو یہود ونصاریٰ نے آپ کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، کبھی خود سامنے آتے اور کبھی مشرکین کو اپنا آلہٗ کار بنا کر پریشانی کا سامان مہیا کرتے، آپ کو زہر دے کر شہید کرنے کی سازش کی گئی۔ (بخاری ج۲ص۶۱۰)

آپ کی محفل میں آ کر السلام علیکم کہنے کی بجائے بد عائیہ انداز میں السام علیکم کہتے جس کا معنیٰ ہے کہ تم پر موت آئے۔ (بخاری ج۲ص۸۵۰)

مسلمان جو آپ ﷺ کی بات کسی وقت نہ سمجھ سکتے تو کہتے ''رَاعِنَا'' کہ حضور ہماری رعایت فرما دیں مگر یہود اپنی اصطلاح کے مطابق آ کر آپ کو ''رَاعِنَا'' کہتے جو ان کی اصطلاح میں ایک گالی تھی، وہ یہ کلمہ بول کر آپس میں ہنستے اور مذاق اڑاتے، ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہود سے یہ کلمہ سنا اور وہ ان کی اصطلاح کو جانتے تھے تو فرمانے لگے **علیکم لعنة الله لئن سمعتها من رجل منکم**

یقولها للنبی ﷺ لاضربن عنقه (تفسیر قرطبی جلد۲ص ۵۷) تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں نے تم میں سے کسی کو نبی کریم ﷺ کے بارہ میں یہ کلمہ کہتے ہوئے سن لیا تو میں ضرورت اس کی گردن اڑا دوں گا۔

☆...... امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان تمام نعمتوں میں دو نعمتیں سب سے عظیم ہیں ایک قرآن کریم اور دوسری حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی اور یہی ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور مسلمان ان دونوں نعمتوں کی قدر نہ صرف اپنے ایمان کا حصہ اور اپنی زندگی کا اصل سرمایہ سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں بلکہ ان کے بارہ میں مسلمانوں کے جذبات ہمیشہ انتہائی حساس رہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اس دور میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے حضور علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا کلمات کہہ دیئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے منہ پر اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ وہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۷ص ۲۶۸)

☆...... ایک یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا تو پاس بیٹھے مسلمان نے اس کو زور سے تھپڑ مارا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۲۶۸)

☆...... ایک نابینا صحابی نے یہودیہ عورت کو جو اس کے بچوں کی ماں بھی تھی حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا اور حضور علیہ السلام نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا (ابوداؤد ج ۲ص ۶۰۰، نسائی ج ۲ص ۱۵۳) اس طرح کے بہت سے واقعات احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ان دونوں عظیم نعمتوں کی شان میں گستاخیاں کر کے ہمیشہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ مصر کے ایک بہت بڑے عالم امیر شکیب ارسلان المتوفی ۱۹۴۶ء لکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں نے قرآن کریم اور پیغمبر خدا ﷺ کے خلاف تقریباً چھ لاکھ کتابیں شائع کی ہیں۔ (بحوالہ معالم العرفان فی دورس القرآن ج ۳ص ۵۷۷)

☆...... برصغیر میں غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب ہندو راجپال نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی پر مشتمل کتاب لکھی تو غازی علم الدین نے ایمانی غیرت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا، غازی علم الدین کا عدالتی مقدمہ مسٹر محمد علی جناح صاحب نے لڑا جو بعد میں بانی پاکستان اور قائد اعظم کے القابات سے نوازے گئے۔

مسٹر جناح نے اپنی پوری استطاعت وصلاحیت گستاخِ رسول کے خلاف اور غازی علم الدین کی حمایت میں صرف کی، یہ الگ بات ہے کہ غازی علم الدین کے مقدر میں شہادت تھی اس لیے تمام تر کوششوں کے باوجود وہ اعزاز واکرام کے ساتھ پھانسی کے پھندے پر جھول گئے، مگر مسٹر جناح صاحب کا اس کی

جانت سے مقدمہ لڑنے کا کارنامہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھا جاتا رہے گا، حال ہی میں ایک عیسائی خاتون آسیہ مسیح نے برسرِ عام حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی جس کا مقدمہ چلا تو سیشن کورٹ نے جرم ثابت ہونے پر اس کو قانون کے مطابق سزائے موت سنائی، قانون کے مطابق سزا پر عمل درآمد کرنے کی بجائے کچھ حکومتی اہلکاروں اور بے دین تنظیموں نے نہ صرف اس کی سزا رکوانے کی کوشش کی بلکہ سرے سے گستاخ رسول کی سزا سے متعلق قانون کو تبدیل کروانے کی سکیمیں بنانی شروع کر دیں جس سے ملکی فضا انتہائی خراب ہوگئی، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سرکاری عمارات اور حکومتی دفاتر میں مسٹر جناح صاحب کی تصویر کے نیچے بیٹھنے والے اور جناح صاحب کی جماعت کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والے تمام مسلم لیگی اپنی تمام تر صلاحیتیں گستاخِ رسول کے خلاف صرف کر کے مسٹر جناح صاحب کی تقلید کرتے اور قانون کی حفاظت اور اس کے مطابق عمل کا حلف اٹھانے والے قانون کا ساتھ دیتے مگر بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے والے مفاد پرستوں نے اپنا وزن گستاخ رسول کی حمایت میں ڈال دیا اور ان کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکی و برطانوی حکمرانوں اور پاپائے روم کو تحفظ ناموس رسالت ﷺ قانون کو تبدیل کرنے کے لیے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی جرأت ہوئی۔

مذہبی جماعتیں بھی اپنے طور پر کام کر رہی ہیں مگر مخالف لابیاں اخبارات رسائل اور الیکٹرونک میڈیا میں عوام الناس کے اذہان کو تشویش میں ڈالنے کے لیے زہر آلود پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں اور کچھ متفکرین عجیب قسم کی الجھنیں ڈال کر اس متفقہ مسئلہ کو اختلافی ثابت کر کے اس کی اہمیت گھٹانے کی ناکام کوشش میں ہیں اس طبقہ کی جانب سے کچھ اعتراضات سامنے آئے جن کی حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(۱)...... پہلا اعتراض

کہ قرآن کریم میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ تمہیں اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے بہت سی اذیت ناک باتیں سننا پڑیں گی **وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور** (سورۃ آل عمران آیت ۱۸۶) اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو گے تو بے شک یہ مقصودی کاموں میں سے ہے، قرآن کریم نے صبر کا حکم دیا اس لیے یہ جلسے کرنے والے اور جلوس نکالنے والے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

الجواب

قرآن کریم میں مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی گئی ہے بے غیرتی کی نہیں، ناموس رسالت اور قرآن کریم کے خلاف دیکھ اور سن کر کسی ردعمل کا مظاہرہ نہ کرنا انتہائی بے غیرتی ہے اس کو صبر نہیں کہتے، بیماری میں

صبر کی تلقین ہے، مگر بیماری کا علاج کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، مصائب میں صبر کی تلقین ہے مگر مصائب کو دور کرنے کے اسباب اختیار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے اسی طرح مخالفین اسلام کی اذیت ناک باتوں پر ردِعمل ظاہر کرنا بھی صبر کے منافی نہیں ہے، ہاں ایسے اشتعال کی اجازت نہیں جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، بلکہ ایسی صورت میں ردِعمل ظاہر نہ کرنا جرم ہے، قرآن کریم میں ہے **ان نعف عن طائفة منکم** (سورۃ التوبہ آیت ٦٦) اگر ہم ان میں سے ایک گروہ کو معاف کردیں گے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ کچھ منافقین نے گستاخانہ بات کہی اور ایک مسلمان نے **سمع المنافقین فضحک لھم ولم ینکر علیھم** (تفسیر قرطبی ج۸ص۱۹۹) منافقوں کی بات سنی اوران کی تردید کی بجائے ان کی بات پر ہنس پڑا تواس کے بارہ میں کہا گیا **قد کفرتم بعد ایمانکم** کہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا، جب تک اس نے سچے دل سے معافی نہ مانگی اس وقت تک وہ اسی حکم میں رہا، توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمایا۔

قرآن کریم پر اصل عمل حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ہی کرکے دکھایا، وہ اس جیسی آیت پڑھنے پڑھانے کے باوجود گستاخِ رسول کو قتل کردینے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے، علامہ ابن الھمام نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ ان کے سامنے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ایک عیسائی راہب (پادری) کو سنا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے رہا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **لو سمعتُہ لقتلتُہ انا لم نعطھم العھود علی ھذا** (فتح القدیر ج۵ص۳۰۳) اگر میں سن لیتا تو ضرور اس کو قتل کردیتا، ہم نے اس پر ان کے ساتھ معاہدہ نہیں کیا۔

(۲)......دوسرا اعتراض

کئی واقعات میں ملتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزا نہیں دی۔

الجواب

کئی گستاخوں کو حضور علیہ السلام نے قتل کروایا، کعب بن الاشرف کے قتل کی وجہ تھی **فانہ قد اذی اللہ ورسولہٗ** (بخاری ج۲ص۵۷۶) کہ اس نے اللہ اوراس کے رسول کو اذیت دی، ابورافع کے قتل کی وجہ تھی **کان ابو رافع یوذی رسول اللہ** ﷺ (بخاری ج۲ص۵۷۷) کہ ابورافع رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا، پھر جن صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو قتل کیا تو آپ نے اس کی تحسین فرمائی اور مقتولوں کے خون رائیگاں قرار دیے، اس بارہ میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایسی حالت

میں حضور علیہ السلام کو اپنی شان میں گستاخی کرنے والے سے درگزر کرنے کا اختیار تھا اسی لیے آپ اپنی ذات کی خاطر کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے اور یہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے ساتھ خاص تھا، امت کے لیے حکم الگ ہے جس کی تعلیم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دی ہے۔

جس روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ذات کی خاطر بدلہ نہیں لیتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں **الا ان تنتهک حرمة الله فينتقم لِلّٰه بها** (بخاری ج۲ ص۹۰۴) مگر جب اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کے بے حرمتی کی جاتی تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے، اور امت کے لیے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سب سے زیادہ حرمت والی ذات ہے اس لیے ان کی بے حرمتی پر غضبناک ہونا ایمان کا حصہ ہے، امتی اپنے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو برداشت ہی نہیں کرسکتا اسی لیے علامہ شامی گستاخ رسول کی سزا کی بحث میں لکھتے ہیں **فنفس المؤمن لا تشفىٰ من هذا الساب اللعين** (رسائل ابن عابدین ج۱ ص۳۴۸) اس گالی دینے والے ملعون کو ٹھکانے لگائے بغیر مؤمن آدمی کا نفس آرام ہی نہیں پاتا۔

(۳)......تیسرا اعتراض

کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کی سزا کے بارہ میں ائمہ فقہاء کے نظریات مختلف ہیں، احناف کے نزدیک اس کی حد قتل نہیں ہے، پاکستان میں اکثریت احناف کی ہے اس لیے ان کے نظریہ کے مطابق اس کی حد قتل نہیں ہونی چاہیے۔

الجواب

یہ اعتراض مکر وفریب کا جال اور احناف کے مسلک سے بے خبری کا نتیجہ ہے، اس مسئلہ میں احناف کی بعض عبارات کو لے کر تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا مطالبہ کرنے والے مفاد پرستوں کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ 1956ء سے نافذ ''عائلی قوانین'' بھی تو احناف کے نظریہ کے خلاف ہیں ان کو تبدیل کروانے کے لیے کیوں آواز نہیں اٹھائی جاتی حالانکہ ان میں سے بعض مسائل میں نوبت واضح حرام کے ارتکاب تک جا پہنچتی ہے، پھر یہ غلط بیانی بھی ہے کہ گستاخ رسول کی حد قتل کی صورت میں احناف کے نظریہ کے خلاف ہے اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس قانون کو منظور کروانے والوں میں حنفی دیوبندی مکتب فکر کے جید عالم دین استاذ المحدثین حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک والے بھی تھے جن کی تدریسی خدمات نصف صدی سے زائد ہیں اور ان کے سینکڑوں شاگرد شیخ الحدیث اور استاذ الحدیث کے مناصب پر فائز ہیں، اور حنفی بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری تھے جو اپنے طبقہ میں مایۂ ناز

مدرس اور مفتی تھے پھر ان کو اپنے اپنے طبقہ کے تمام علماء کرام کی حمایت بھی حاصل تھی اگر یہ قانون حنفی نظریہ کے مخالف ہوتا تو اس کو حنفی علماء کی حمایت حاصل نہ ہوتی جبکہ کسی ایک قابلِ شمار عالم کی مخالفت نظر سے نہیں گزری، موجودہ دور کے احناف سے پہلے بھی فقہاء احناف گستاخ رسول کے قتل کا نظریہ رکھتے تھے۔

☆ علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان نشہ کی حالت میں مرتد ہوجائے تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں البتہ اگر وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے گا تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا **فانہ یقتل و لا یعفیٰ عنہ** (الاشباہ والنظائر ج ا ص ۲۸۹) اس کو قتل کیا جائے گا اس کو معافی نہیں دی جائے گی۔

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ جو مسلمان مرتد ہوجائے پھر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی مگر ایسی جماعت کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جو بار بار مرتد ہوجاتی ہو اسی طرح انبیاء کرام میں سے کسی کو گالی دینے کی وجہ سے جو کافر ہو **فانہ یقتل جدا و لا تقبل توبتہ مطلقاً** (فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۳۵۶) تو اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی۔

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تو اس کو توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کرنے پر اجماع ہے **فعلم ان المراد من نقل الاجماع علی قتلہ قبل التوبۃ ثم قال وبمثلہ قال ابو حنیفہ و اصحابہ** (فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۳۵۷) یہی نظریہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا ہے۔

☆ علامہ ابوالطیب سندھی **الحنفی** لکھتے ہیں کہ کسی بھی انداز میں حضور علیہ السلام کی ذات وصفات میں عیب لگانے والا گالی دینے والے کے حکم میں ہے **وحکم السیاب یقتل** (حاشیہ سندھی علی النسائی ج ۲ ص ۱۵۳) اور نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کردیا جائے۔

☆ علامہ ابن الھمامؒ لکھتے ہیں کہ **اذا اظھرہ یقتل بہ وینتقض عھدہ** (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰۳) اگر کوئی ذمی (مسلمان کے ملک میں رہنے والا کافر) نبی کریم ﷺ کو علانیہ گالی دیتا ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **فلو اعلن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امرأۃ وبہ یفتی الیوم** (فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۳۳۱) پس اگر ذمی علانیہ حضور علیہ السلام کو گالی دے یا اس کو عادت بنالے تو اس کو قتل کیا جائے گا اگرچہ عورت ہو اور آج کے دور میں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔

☆ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مرد یا ذمیہ عورت جب نبی کریم ﷺ کو علانیہ گالی دے یا دین اسلام میں طعن کرے **فلا خلاف بین العلماء فی قتل الذمی او الذمیۃ** (اعلاء السنن ج ۱۲ ص ۵۰۵) تو ایسے ذمی یا ذمیہ کو قتل کرنے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

☆ علامہ شہاب الدین الشلبی لکھتے ہیں اذا اظھرہ یقتل بہ (حاشیہ تبیین الحقائق ص۲۸۱) جب ذمی علانیہ گستاخی کا ارتکاب کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

☆ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ ذمی اگر نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی **وھو یدل علی جواز قتلہ زجرا لغیرہ اذیجوز الترقی فی التعزیر الی القتل** (رسائل ابن عابدین ص۳۵۴) اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے تا کہ اوروں کو تنبیہ ہو جائے اس لیے کہ تعزیر قتل تک ہو سکتی ہے۔

☆ امام محمد کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں

والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذ اعلنت بشتم الرسول ﷺ (اعلاء السنن ج۱۲ ص۵۰۵) حق بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ذمی کو قتل کیا جائے جبکہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علانیہ گالی دے اور سیر الذخیرہ میں اس کی صراحت مصنف نے کی ہے جہاں اس نے کہا کہ امام محمدؒ نے عورت کو قتل کرنے کے بیان میں استدلال کیا ہے جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کو علانیہ گالی دے اور اسی کے مطابق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ص۳۵۵)

☆ امام محمد کا قول بھی علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے **قال محمد فی السیر الکبیر وکذا لک ان کانت تعلن بشتم رسول اللہ** ﷺ **فلابأس بقتلھا** (اعلاء السنن ج۱۲ ص۵۰۵) امام محمد نے السیر الکبیر میں فرمایا ہے اور اسی طرح اگر عورت رسول اللہ ﷺ کو علانیہ گالی دے تو اس کے قتل میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''**واختیاری فی السب ان یقتل**'' (فتاوٰی شامی ج۶ ص۳۳۳)

حضور ﷺ کو گالی دینے والے کے بارہ میں میرے نزدیک راجح نظریہ یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔

(۴)......چوتھا اعتراض

کہ احناف کے نزدیک حضور ﷺ کو گالی دینے والے ذمی کا ذمہ نہیں ٹوٹتا، جب ذمہ نہیں ٹوٹتا تو اسکا قتل کیسے جائز ہوگا؟

الجواب

ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا قتل جائز نہیں اس لیے کہ ذمہ باقی رہتے ہوئے بھی اس کو سزا دی جاسکتی ہے جیسا کہ اس کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں **ویقتل قصاصاً** (ہدایہ ج۲ ص۴۹۱) ذمی کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور حضرات فقہاء کرام نے یہی وضاحت فرمائی ہے

جیسا کہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **واجاب العلامة الشيخ خير الدين الرملي في حواشيه على البحر بانه لا يلزم من عدم النقص عدم القتل** (رسائل ابن عابدین ص۳۵۳) شیخ خیرالدین الرملی نے البحر کے حاشیہ میں جواب دیا ہے کہ ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا قتل نہ ہو، پھر احناف میں سے کئی حضرات نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے ذمی کا ذمہ ٹوٹ جانے کے قائل ہیں، علامہ عینیؒ اور علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں ہیں کہ ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، علامہ شامی اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں **وبه يتايد ما بحثه الامام العيني والمحقق ابن الهمام من حيث الانتقاض ايضاً فليس خارجاً عن المذهب بالكلية نعم هو خلاف المشهور** (رسائل ابن عابدین ص۳۵۴)

ہماری بحث سے اس بحث کی تائید ہو جاتی ہے جو امام عینی اور علامہ اب الھمام نے کی ہے کہ ذمہ بھی ٹوٹ جاتا ہے تو یہ نظریہ بالکلیہ مذہب سے خارج نہیں البتہ غیر مشہور ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ بعض احناف ذمی کے ایسی حالت میں ذمہ کے ٹوٹ جانے کے بھی قائل ہیں اور جو ذمہ کے نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی اس کا قتل جائز ہے، اور اس کا قتل احناف کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **والحاصل ان الذمي يجوز قتله عندنا لكن لاحدا بل تعزيراً فقتله ليسا مخالفاً للمذهب.** (رسائل ابن عابدین ص۳۵۴)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک گستاخ رسول ذمی کو قتل کرنا جائز ہے لیکن حد کے طور پر نہیں بلکہ تعزیر کے طور پر تو اس کا قتل ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

احناف کا مفتیٰ بہ قول

علامہ شامیؒ کے حوالہ سے پہلے یہ بات گزری ہے کہ حضور ﷺ کو علانیہ گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ ہی دیا جائے گا، نیز علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **ولهٰذا افتى اكثرهم بقتل اكثر من سب النبي** ﷺ **من اهل الذمة وان اسلم بعد اخذه** (رسائل ابن عابدین ص۳۵۴) اسی لیے اکثر احناف نے اہل ذمہ میں سے بہت سے ایسے لوگوں کے قتل کا فتویٰ دیا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اگرچہ وہ پکڑے جانے کے بعد مسلمان ہو جائے۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ احناف کے نزدیک مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ جس ذمی کے بارہ میں ظاہر ہو جائے کہ اس نے حضور علیہ السلام یا قرآن کریم کے بارہ میں گستاخی کی ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

پانچواں اعتراض

کہ احناف کے نزدیک مرتد کو توبہ کا موقع دیا جاتا ہے اس لیے گستاخِ رسول کو بھی موقع دیا جانا

چاہیے۔

الجواب

عام مرتد اور گستاخِ رسول میں فرق ہے گستاخِ رسول کسی نرمی کا مستحق نہیں ہے، پھر مرتد کو توبہ کا موقع دینا احناف کے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے، صاحبِ ہدایہؒ لکھتے ہیں **الا ان العرض علی ماقالوا غیر واجب** (ہدایہ ص۵۶۵ ج۲) مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں **فیستحب عند الحنفیة ان یستتاب المرتد ویعرض علیه الاسلام لاحتمال ان یسلم لکن لا یجب** (الفقہ الاسلامی والادلۃ ج۷ ص۵۵۸۱) پھر احناف کے نزدیک مستحب ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے اس احتمال سے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

(۶)...... چھٹا اعتراض

کہ گستاخِ رسول کی سزا کے قانون میں قتل کو حد کے طور پر لیا گیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اس لیے اس کے حد ہونے کے حیثیت کو ختم کرنا چاہیے۔

الجواب

احناف کے ہاں قاعدہ ہے کہ اگر اپنے مسلک سے زائد پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنے مسلک پر زد نہ آتی ہو تو زائد کو لیا جاسکتا ہے، مثلاً احناف کے نزدیک وضو میں سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں پر جو تری رہ جاتی ہے اس کے ساتھ بھی مسح کیا جاسکتا ہے مگر کہا گیا ہے کہ احتیاط نیا پانی لینے میں ہے جیسا کہ علامہ ابوالطیب سندھی الحنفی کے حوالہ سے مبارک پوری صاحب نے لکھا ہے (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۴۷) اسی طرح احناف کے نزدیک نماز کی ہر رکعت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے مگر کہا گیا ہے کہ احتیاطاً پڑھی جائے **لیکون ابعد عن الاختلاف** (ہدایہ ج۱ ص۱۷ حاشیہ۲۴) تاکہ جمہور سے موافقت کر کے اختلاف سے دور رہے، اس طرح کی بہت سی مثالیں کتب احناف میں ملتی ہیں جب جمہور کے ساتھ موافقت کی صورت میں احناف کے نظریہ پر کوئی زد نہیں آتی بلکہ ان کا مفتیٰ بہ قول بھی گستاخ رسول کو قتل کرنے کا ہے اور علامہ شامیؒ کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے کہ گستاخ رسول کا قتل ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے تو اس کو تعزیر کہنے یا حد کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جب قانون بن چکا ہے تو محض اس لیے کہ احناف کے نزدیک یہ حد نہیں کہلاتا اس کو بہانہ بنا کر قانون کی تبدیلی کا مطالبہ کرنا نری حماقت ہے۔

(۷)......ساتواں اعتراض

کہ دیگر اسلامی ممالک میں ایسی سزا نہیں ہے۔

الجواب

اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے پاکستانی قوم کو توفیق دے کر ایسا قانون بنانے کی ہمت دی ہے تو یہ اس کا خاص فضل وکرم ہے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ دیگر اسلامی ممالک کو بھی اس کا احساس پیدا ہو اور وہ بھی اپنے ممالک میں اسی جیسا قانون بنا کر ناموسِ رسالت کا تحفظ کریں اس نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو پھیلانے کی جدوجہد کرنی چاہیے اس لیے جو لوگ، باقی اسلامی ممالک میں ایسا قانون نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کے تحفظ ناموس رسالت قانون کو تبدیل کروانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو اپنے اسلامی ضمیر کا ازسرِنو جائزہ لینا چاہیے۔

(۸)......آٹھواں اعتراض

کہ اس قانون کا غلط استعمال کیا جاتا ہے۔

الجواب

یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ مسجد سے جوتے چوری ہوتے ہیں تو مسجد ہی گرادی جائے، قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے تو قانون ہی تبدیل کر دیا جائے بلکہ عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ اس کو صحیح استعمال کرنے کا طریقہ طے کیا جائے اور غلط استعمال کو روکنے کا معقول انتظام کیا جائے۔

قادیانیوں کی شاطرانہ چال!

موجودہ دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اصل گستاخ قادیانی ہیں جن کے لیڈر مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں انبیاء کرام کی گستاخیوں سے بھری ہوئی ہیں، گستاخ رسول کی سزا کے قانون کی اصل تکلیف بھی ان ہی کو ہے کہ ان کو اپنے لیڈر کی کتابیں منظرِ عام پر لانا دشوار ہو گیا ہے اسی لیے جب کسی جگہ کوئی عیسائی حماقت کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ اپنی تمام توانائیاں اس قانون کو تبدیل کروانے میں صرف کرتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو ان کی شاطرانہ چالوں سے خبردار رہنا چاہیے اور سرکاری محکموں اور میڈیا میں گھسی ہوئی کالی بھیڑوں پر خاص نظر رکھنی چاہیے۔

اب 295 سی میں تبدیلی ناموس رسالت کا استخفاف ہے!

قانون کی تیاری کے دوران اور اس کے نفاذ سے پہلے تو بحث مباحثہ کی گنجائش تھی مگر قانون بن جانے کے بعد اب اس میں تبدیلی ناموسِ رسالت کا استخفاف ہے اس لیے کہ معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ

اگر کسی عہدہ پر فائز کو یہ کہہ کر نچلے عہدہ پر بھیج دیا جائے کہ تو اس عہدہ کے لائق نہیں ہے تو اس میں اس کی تذلیل اور اس کا استخفاف ہے، اسی طرح جب ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے قانون بنادیا گیا ہے تو اب اس میں نرمی کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ اتنی اہمیت کا حامل نہ تھا کہ اس کی سزا قتل ہوتی تو یہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی مکروہ سازش ہے جبکہ مسلمان تو ناموس رسالت کی خاطر ساری دنیا قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے، اگر قتل سے بڑھ کر کوئی سزا ہو سکتی ہے تو حکمران ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سزا میں اضافہ تو کریں مگر نرمی کا سوچیں بھی نہیں اس لیے کہ یہ ناموس رسالت کا استخفاف ہے اور کوئی مسلمان ناموسِ رسالت کا استخفاف قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔

آسیہ مسیح کو فی الفور سزائے موت دی جائے!

یہ آسیہ مسیح عیسائی خاتون نے سارے ملک کی فضا مکدر کردی ہے اس کی حمایت کرنے والے انتہا پسند اور اسکی مخالفت کرنے والے آمنے سامنے آچکے ہیں اور اس کی حمایت میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کرنے والا ایک گورنر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ آسیہ مسیح کو سزائے موت دینے میں تاخیر کر کے حالات کو مزید خراب نہ کرے اس لیے کہ اس نے اپنی ہم مجلس عورتوں کے سامنے برملا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیں، پھر مقامی پنچایت کے سامنے اور سیشن کورٹ میں اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے تو وہ کسی قسم کی نرمی اور رعایت کی مستحق نہیں ہے، نام نہاد انسانی حقوق کی آڑ میں حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والی خاتون کو مزید مہلت دینا سولہ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے والی بات ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اس قانون کی حفاظت کریں اور کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہ کریں تا کہ مخالف قوتوں کو اپنے مکروہ عزائم پورا کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

(بشکریہ: ماہنامہ نصرۃ العلوم۔اپریل 2011)

مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ

''تسکین الصدور''......کا......علمی مقام

تقریباً آج سے اڑتالیس سال پہلے لاہور شہر میں ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بمطابق 4 ، اگست 1962ء میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کا ایک مرکزی اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں ملک بھر سے سینکڑوں ذمہ دار علماء کرام تشریف فرما تھے، اس وقت سید عنایت اللہ شاہ گجراتی ''عقیدہ حیات النبی'' کے انکار کی وجہ سے مسلکی فضا کو مسموم کر چکے تھے، چنانچہ اس اجلاس میں اس مسئلہ پر بھی خوب گرما گرم بحث ہوئی، بالآخران علماء کے اتفاق سے یہ طے پایا کہ عقیدہ حیات النبی اور اس کے متعلقہ مسائل پر شیخ الحدیث والتفسیر، محقق العصر، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ایک کتاب تصنیف فرمائیں، تاکہ مسلک کے عوام وخواص کو اس نومولود فتنہ سے محفوظ رکھا جائے۔ جن علماء نے امام اہل سنت رحمہ اللہ کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کا مشورہ دیا ان میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی اور حضرت مولانا عبدالحق خان [اکوڑہ خٹک] وغیرھم رحمھم اللہ سرفہرست ہیں۔

چنانچہ حضرت امام اہل سنت نے اکابر علماء حق کے حسب الارشاد ایک کتاب تصنیف فرمائی، جس کا نام ''**تسکین الصدور** فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور'' تجویز فرمایا۔ پھر بمقام ملتان ۲۴، ۲۵ شعبان ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء کی تاریخوں میں جمعیت علماء اسلام کے سرکردہ حضرات ایک اجلاس میں جمع ہوئے، اور امام اہل سنت رحمہ اللہ نے اپنی یہ تصنیف ان حضرات کو پڑھ کر سنائی اور تمام اہل حق نے اس کتاب کو پسند فرمایا، اور اس کتاب میں موجود عقائد اور دلائل سے اتفاق فرمایا، لہٰذا اب یہ کتاب صرف مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ اس دور کے تمام اہل حق کی مصدقہ اور متفقہ دستاویز ہے، حتیٰ کہ جب یہ کتاب مستطاب دارالعلوم دیوبند (انڈیا) بھیجی گئی تو وہاں کے علماء، مشائخ اور مفتیان کرام نے اس کو بہت ہی پسند فرمایا اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور مصنف کتاب کو مبارک باد پیش کی اور دل کھول کر اس کتاب پر تقریظات ثبت فرمائیں۔

اب اس کتاب کی کیا حیثیت ہے اس کا اندازہ تو آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔ جو کتاب حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ جیسے مفکر اسلام کے ارشاد پر تصنیف کی گئی ہو......جس کتاب کی ضرورت کو جمعیت علماء اسلام

کی تمام مقتدر شخصیات نے محسوس کیا ہو اور جس کتاب پر دارالعلوم دیوبند کے مشائخ نے مصنف کو مبارک بادیاں پیش کی ہوں، اس کی عظمت اور اہمیت کو بیان کرنے سے بندہ عاجز کی زبان وقلم دونوں قاصر ہیں۔

بہر حال یہ کتاب عقیدہ ''حیات قبر'' خصوصاً عقیدہ حیات الانبیاء اور مسئلہ توسل کے موضوع پر ایک، مکمل، مدلل اور مبرہن عظیم علمی شاہکار ہے، جس کا حقیقتاً جواب لکھنا مماتی برادری کے بس کا روگ قطعاً نہیں ہے۔

جہاں تک تعلق ہے برائے نام جواب لکھنے کا تو اہل بدعت نے بھی مصنف کی کتاب ''راہِ سنت'' کے (بزعم خود) کئی جوابات لکھے ہیں، لیکن یہ بات اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ کتاب ''راہِ سنت'' ایک لاجواب کتاب ہے، اسی طرح کتاب ''تسکین الصدور'' بھی ایک لاجواب کتاب ہے جس کا حقیقتاً جواب کسی مماتی سے بن نہیں آیا، جبکہ برائے نام جواب کو جواب کہنا ہی درست نہ ہے۔ یوں تو حضرت امام اہل سنت کی جملہ تصانیف ''احقاقِ حق'' اور ''ابطال باطل'' کی مضبوط کڑیاں ہیں، جن میں تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا گیا ہے حضرت کی کتب علمی مواد سے لبریز، اور کتاب وسنت کے دلائل سے مبرہن ہونے کے ساتھ ساتھ کتابوں کے حوالوں سے مالامال ہیں، لیکن ''تسکین الصدور'' اس لحاظ سے ان سب سے فائق ہے، کیونکہ یہ کتاب اپنے دور کے جبال العلم علماء کرام کے حسب الارشاد لکھی گئی اور پھر انہی حضرات نے حرف بحرف اس کو سنا اور پسند فرمایا، اس کے بعد یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی۔ اس لیے بندہ عاجز اتنی عظیم الشان تصنیف کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے علماء اہل حق اور اہل تقویٰ کی آراء آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے جن سے بخوبی اس کتاب کی شرعی حیثیت اور ''علمی مقام'' آپ کے سامنے اظہر من الشّمس ہو جائیگا۔ البتہ آدمی کے دل میں انابت الی اللہ کا جذبہ موجود ہو ورنہ

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　　　کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

چنانچہ

(۱)......منبع العلوم ومخزن الفھوم، رأس الاتقیاء حضرت مولانا فخر الدین رحمہ اللہ [سابق شیخ الحدیث: دارالعلوم دیوبند] فرماتے ہیں:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کتاب تسکین الصدور کا دو مرتبہ مطالعہ کیا، پہلی مرتبہ سرسری طور پر اور دوسری مرتبہ کافی غور کے ساتھ، کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بے مثل ہے اور واقعی اسم بامسمّیٰ ''تسکین الصدور'' ہی ہے، ہر مسئلہ نہایت واضح طریق پر دلائل سے آراستہ وپیراستہ ہے۔ اور مخالفین کے دلائل کا صحیح رد، جس سے دیکھنے والے کو حق معلوم کرنے میں زبردست امداد حاصل ہو سکے، بشرطِ انصاف

انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔''

(۲)......حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمہ اللہ [مفتی اعظم: دار العلوم دیوبند] فرماتے ہیں:

''کتاب تسکین الصدور وصول ہوئی، شکرگزار ہوں، وصول ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا، جناب والا نے کتاب کے کسی مبحث کو تشنہ نہیں چھوڑا، مسائل کو دلائلِ صحیحہ اور نقول معتبرہ باحسن وجوہ ثابت کر دیا اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کو بطریق صحیح ثابت کرنے میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اثبات عذاب قبر اور اثبات حیات انبیاء فی القبور کو جن دلائل حقہ سے ثابت کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ طالب حق وہدایت کو کسی قسم کے چوں وچرا کی گنجائش نہیں ہے، متعنت اور معاند سے امید نہیں کہ وہ ہدایت قبول کرے۔ ان مسائل میں معاندین کے شبہات رکیکہ اور اعتراضات واہیہ میں ان کے جوابات دندان شکن دے دیے ہیں اور ان شبہات کو زائل کر دیا ہے۔''

<u>(۳)......حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب رحمہ اللہ (مہتمم: دار العلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ:</u>

''رسالہ نافعہ ''تسکین الصدور'' مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر سے استفادہ نصیب ہوا، رسالہ کی عظمت ووقعت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ مولانا سرفراز خان صاحب کی تالیف ہے، جو اپنی محققانہ اور معتدلانہ طرزِ تالیف میں معروف ہیں۔ ''تسکین الصدور'' حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے، جس سے روحی اور قلبی تسکین ہوجاتی ہے، جن جن مسائل پر کلام کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک اور مذہب منصور کے مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہ اپنے تحقیقی رن کی وجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہوگئے ہیں اور ان سے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ مؤلف ممدوح کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وعرفان اور عمل وایمان میں روزافزوں ترقیات عطا فرمائے۔ آمین''

<u>(٤)...... حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:</u>

''آپ کی کتاب ''تسکین الصدور'' کا اکثر حصہ بالاستیعاب پڑھا، باقی پر سرسری نظر ڈالی، ماشاء اللہ خوب لکھا ہے، ہر ہر گوشے پر سیر حاصل بحث ہے اور ہر ہر دعویٰ کو مدلل ومبرہن کیا ہے اور اصل مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مجھے کتاب پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو تادیر زندہ وسلامت رکھے اور دین کی مزید خدمت کے لیے توفیق بخشے۔''

<u>(۵)......استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:</u>

''کتاب ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور'' مؤلف

حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب اطال اللہ بقاہہ وعم فیضہ کو میں نے اول سے آخر تک حرفاً حرفاً سنا، اتباع سلف صالحین میں ہر مسئلہ میں مذہب جمہور کو قرآن مجید، حدیث شریف صحیح وحسن، وفقہ حنفی کے ذخیرہ کی روشنی میں مسائل کو ادلہ کثیرہ سے ایسا مبرہن کیا ہے کہ اس سے زائد کی گنجائش نہیں، ہر مسئلہ میں دلائل صحیحہ کا اسقدر انبار لگا دیا ہے کہ منصف اس پر اعتبار واعتماد کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہے ع

ایں کار از تُو آید و مرداں چنیں کنند''

(۶)......حضرت العلام مولانا محمد شمس الحق افغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''السلام علیکم آپ کی کتاب ''**تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور**''پہونچی، اس کے مندرجات مطالعہ سے گذرے۔[۱] الم وراحت قبر [۲] انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور [۳] اوران کے سماع عندالقبور [۴] اور عام سماع موتیٰ [۵] اور توسل بمقبولین کے ابحاث کے تفسیری، کلامی اور فقہی وحدیثی دلائل اور نقل الرواۃ کے مباحث بھی نظر سے گذرے، ان ابحاث پر آپ کی کتاب کا ''لب لباب'' اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے مطابق ہے اور منہج سلف صالحین کا آئینہ دار ہے، احقر ان سے متفق ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ جل مجدہ اس کتاب کو اہل زیغ کے لیے موجب ہدایت بنائے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی برکت سے متنازعین کا اختلاف ختم ہوجائے گا، بشرطیکہ توفیق الٰہی اور خشیۃ اللہ دست گیری فرمائے اور اتباع ہویٰ کی الآئش سے قلب وضمیر کو پاکی نصیب ہو''

(۷)......حضرت العلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے کہ:

''حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف ومتفقہ مسئلہ تھا، شہداء کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیاء کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی اور احادیث نبویہ سے عبارت النص کے ذریعہ ثابت تھی، لیکن برا ہو اختلافات اور فتنوں کا کہ ایک مسئلہ حقیقت زیر بحث آکر مشتبہ ہوگئی، کتنے تاریخی بدیہات کو کج بحثیوں نے نظری بنا دیا اور کتنے حقائق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کرکے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں، زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، ملاحدہ وزنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی۔ کیا اس دور میں امام حسین کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ اور کیا امام حسین کو باغی، واجب القتل اور یزید بن معاویہ کو امیر المؤمنین، خلیفہ برحق ثابت نہیں کیا گیا؟ کسی صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کے لیے کسی راوی کے بارے میں کتب رجال میں جرح کا کوئی کلمہ دیکھا، بس کافی تھا کہ اس پر بنیاد قائم کی جائے، اگر عقل سلیم سے کام نہ لیا جائے تو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد تمام کے تمام ائمہ مجروح ہوکر دین کا سرمایہ ہی ختم ہوجائے گا۔ الغرض حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریباً اسی قسم کے

کج بحثوں میں الجھ کر اچھا خاصہ فتنہ بن گیا ہے۔ عصمت انبیاء تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے، علماء معصوم تو ہیں نہیں، کچھ حضرات نے دانستہ یا نادانستہ حدیثی وکلامی بحثیں پیدا کر دیں اور سمجھا یہ گیا یا سمجھایا یہ گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سی بدعات کا خاتمہ ہو جائے گا، گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیات الانبیاء کرام سے انکار کرنے ہی سے یہ مفاسد ختم ہو سکتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لیے پرنالے کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ بہرحال ان تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں، اس خلفشار کو ختم کرنے کے لیے ارباب فکر واخلاص نے چند حضرات کے نام تجویز کیے کہ اس اختلاف کو جس نے فتنہ کی شکل اختیار کر لی ہے ختم کرنے کی کوشش کریں، راقم الحروف کا نام بھی ان میں شامل تھا، تجویز یہ ہوئی کہ اس موضوع پر ایک محققانہ کتاب مؤثر انداز میں لکھی جائے اور تشکیک پیدا کرنے والے حضرات کے شبہات کے جواب بھی دیئے جائیں اور مسئلہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے، باتفاق رائے اس کام کے انجام ہی کے لیے جناب برادر گرامی مآثر مولانا ابوزاہد محمد سرفراز صاحب منتخب ہو گئے جن کے دماغ میں بحث وتمحیص کی صلاحیت بھی ہے، قلم میں پختگی بھی۔ علوم دینیہ اور حدیث ورجال سے اچھی قابل قدر مناسبت بلکہ عمدہ بصیرت بھی ہے۔ مختلف مکان سے غرر نقول جمع کرنے کی پوری قدرت بھی ہے اور حسن ترتیب کی پوری اہلیت بھی۔ الحمد للہ کہ برادر موصوف نے توقع سے زیادہ مواد جمع کر کے تمام گوشوں کو خوب واضح کر دیا ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میرے ناقص خیال میں اب یہ تالیف اس مسئلہ میں جامع ترین تصنیف ہے اور اس دور میں جتنی تصانیف اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں ان سب میں جامع وواضح وعالمانہ بلکہ محققانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو خلعت قبول سے نوازے اور مزید اس قسم کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔''

<u>(۸)......فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:</u>

''حضرت مولانا علامہ فاضل، فخر اماثل محمد سرفراز خان صفدر صاحب کی تازہ تالیف **''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور''** اول سے آخر حرفاً حرفاً پڑھی، یوں تو علامہ موصوف کی ہر تالیف عمدہ سلیقہ کے ساتھ نہایت تحقیقات پر مشتمل ہر ایک بہت بہت معلومات افزاء، روح پرور اور دلنشین ہوتی ہیں، خصوصیت اور بے انتہاء قابل قدر خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ بزرگان سلف سے ہی ہر بات ماخذ ہوتی ہے، خود رائی کو دین نہیں بنایا جاتا، جو آج کل عام ہو رہا ہے، مجھے اس کتاب سے خاص دلچسپی ہوئی اور اس قدر کہ ہارٹ اٹیک اور بلڈ پریشر کی تشخیص پر ڈاکٹروں کی ممانعت کے باوجود شروع سے آخر تک دیکھ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ تیس (۳۰) سال سے مجھے خود بھی ذاتی تجربہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جس مسئلہ میں جو نظریہ قائم کیا واقع میں وہی راجح وحق ثابت ہوتا ہے، جب خوب مکمل اور گہری تحقیقات کی جاتی ہیں تو وہ اس سے سر مو تجاوز نہیں کر پاتیں، پوری تحقیقات کا نچوڑ آخر میں وہی دو لفظی مسئلہ نکلتا آنکھوں

سے نظر آ جاتا ہے، اس وقت ان حضرات کے علم کا لدنی علم ہونا منکشف ہوتا ہے، اپنے اس ذاتی تجربہ اور ایسے ہی علماء کے اس تجربہ کا یہ نتیجہ دل و دماغ کی تہہ میں جم جانا ضروری ہے کہ جو شخص کسی مسئلہ میں ذرہ بھر ان سے اختلاف رکھتا ہے وہ یقیناً کم نظری یا غلط فہمی یا کسی خارجی اثر میں مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میری دلی تمنا مولانا (رحمہ اللہ) کے ہاتھوں پوری فرمادی۔ اس لیے حرف حرف مزے لے لے کر پڑھتا چلا گیا، ہر ہر بحث پر دل باغ باغ ہوتا گیا اور دعاؤں میں سرشار ہوتا رہا۔

(۹)......شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''واجب الاحترام حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم، سلام اللہ تعالیٰ علیکم ورحمتہ لدیکم۔ گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا "تسکین الصدور" کے اکثر حصے دیکھے، اپنے موضوع اور مسلک اہل السنۃ والجماعۃ میں کافی وشافی ہے۔ اور پچھلی تصانیف سے مغنی ہے۔ دعا میں یاد فرمائیں۔

(۱۰)......شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

''تسکین الصدور فی احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور''

''حامداً ومصلیاً ومسلّما''

امابعد فقیر نے تالیف منیف ''تسکین الصدور'' مؤلفہ حضرت مولانا العلام محمد سرفراز صاحب دامت برکاتہم کا مطالعہ بڑی دلچسپی کے ساتھ کیا اور بحمدہ تعالیٰ احوال موتی کے بارے اس کو اسم با مسمی پایا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ۴۴۶-۴۴۵ھ میں فرقہ کرامیہ علیہا ما علیہم نے نیشاپور میں امام اہل سنت ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ پر افتراءات کا اک طوفان بے پناہ اٹھایا تھا جس کی وجہ سے جماعت حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو سخت مصائب سے دوچار ہونا پڑا، جن کی تفصیل ''تلبیسِ کذب المفتری'' اور "طبقاتِ الشافعیۃ الکبریٰ" میں مذکور ہے کہ کرامیہ کے افتراءات کا اصل منشاء یہ تھا کہ انہوں نے اپنی فسادِ طبع اور عنادِ اہل حق کی بناء پر اولاً اہل سنت پر یہ الزام تراشا کہ اہل سنت کا خیال وعقیدہ یہ ہے کہ موت کے بعد میت علم وادراک سے بے نصیب ہوجاتا ہے، پھر اسی پر یہ شاخ و برگ لگائے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ میت سے ایمان بھی مسلوب ہوجائے کیونکہ ایمان بھی علم ومعرفت کا ہی نام ہے، مزید برآں یہ بھی لازم آئے گا کہ نبی بھی بعد الموت نبوت سے معزول ہوجائے کیونکہ نبوت کا ثمرہ علم ومعرفت ہی ہے۔

امام بیہقی اور امام قشیری رحمہما اللہ نے اس دور پرفتن کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ ان الزامات کی تردید میں رسائل تحریر فرمائے اور ثابت کیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو میت کا صاحب ادارک و احساس وجود کے ساتھ قبر میں زندہ ہونا امر مسلم ہے کیونکہ عذاب وثواب قبر جو متواترات شرعیہ میں سے ہے اس کا ترتب بدون حیات متعذر رہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر مع بقاء اجساد مطہرہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ مجمع علیہا ہے۔جس پر بہت سے مسائل متفرع ہوئے۔مثلاً **سفر بقصد الزیارت الیٰ قبر النبی،** عرض صلاۃ وسلام در بارگاہِ رسالت **متوجھاً الیٰ روضۃ الاطھر علی ساکنھا الصلوٰۃ والسلام ابد الدھر،** عرض اعمال امۃ اور توسل بسید الانبیاء وصلحاء امۃ علی نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ مسائل جن پر متعدد اور مستقل رسائل اہل حق علماء نے تصنیف فرمائے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ حیوۃ الانبیاء فی القبور کا مسئلہ تو تقریباً ضروریات دین میں سے شمار ہو کر امت کا ایک اجماعی مسئلہ بن چکا ہے۔حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ جو مداخل شرک کی تحقیق وتفتیش میں کافی توسع سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے سفر الی قبر النبی والتوسل بہ علیہ السلام وغیرہ مسائل کو معرکۃ الآراء بنادیا گیا ہے مگر اصل مسئلہ کے بارے میں ان کی رائے بھی امت مرحومہ کے مسلمہ عقیدہ کے موافق رہی ہے۔چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خود بعد ذکر دلائل تحریر فرماتے ہیں ''**یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الیٰ ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء الخ** ''(صفحہ ۳۶ کتاب الروح)

مقامِ افسوس ہے کہ دورِ حاضر میں بعض قاصرین فی العلم طبائع نے اپنے متوحدانہ نظریات توحید میں اس قدر غلو اور تجاوز عن حد الاعتدال اختیار کر رکھا ہے کہ بعض مسنونات ومستحبات کو بھی حدود شرک میں کھینچ لانے کے من مانی تصرفات کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔انہی عناصر نے اپنی متوحدانہ رنگ کی توحید کے نشہ میں عقیدہ حیوۃ الانبیاء کو بھی منافی توحید خود ساختہ قرار دے کر ہنگامہ آرائی شروع کردی اور صدیوں کے مردہ کرامیہ کی یاد تازہ کردی۔ **اراھم اللہ تعالیٰ الحق حقا وارزقھم اتباعہ۔**

اہل حق نے جب اس شرذمہ قلیلہ کی ان ہنگامہ آرائیوں کو دیکھا تو حفظِ دین اور عقیدہ اجماعیہ کے تحفظ کی حتی الامکان سعی فرمائی۔انفرادی مساعی کے علاوہ اجتماعی طور پر ان مسائل پر ایک مکمل دستور العمل مرتب کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد سرفراز صاحب کو منتخب کیا جنہوں نے رسالہ ''تسکین الصدور'' تالیف فرما کر اس مسئلہ میں پوری پوری داد تحقیق دی اور پوری جماعت پر عائد شدہ فریضہ کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ انجام دے کر سب کو سبکدوش کردیا۔**جزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء وتقبلھا اللہ تعالیٰ قبولاً حسناً۔**

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کوصراطِ مستقیم پر استقامت کرامت فرمائے اوراس رسالہ متبرکہ نافعہ سے منتفع ہونے کی توفیق عطافرمائے۔**وما ذالک علی اللہ بعزیز. وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین** ؎ **ویرحم اللہ عبدا قال آمینا**

(۱۱)......مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔گرامی نامہ میں آپ نے رشتہ تلمذ کا ذکر کیا، ماشاءاللہ آپ کے علمی کمالات کے سامنے اس کا تصور بھی مجھے نہیں ہوسکتا، اورضعف سن اور غلبہ نسیان کا خدا بھلا کرے، اس نے اس سب کو بھلا بھی دیا ہے۔ بہرحال آپ کی سابقہ تصنیف کو اجمالاً دیکھا تھا اور مرسلہ کتب ''تنقید متین'' اور ''تسکین الصدور'' کو کسی قدر تفصیلاً دیکھنے کی نوبت آئی۔ جوں جوں دیکھتا جاتا تھا دل سے دعائیں نکلتی تھیں، کہ ماشاءاللہ تحقیق کا حق بھی پورا ادا کردیا اور دوسروں پر تنقید کا طرز بھی بہت اچھا اور متین ہے۔آج کل کے انشاء پردازوں یا واعظوں کی زبان اختیار نہیں کی، جس میں التزام تراشی، فقرے کسنے کا جذبہ اصلاح کے جذبے کو دبادیتا اور بے اثر بنادیتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے علم اور حُسن عمل اور اخلاص میں ترقیات لامتناہی عطا فرمائیں۔ ہمچنیں مے روکہ زیبا می روی''

(۱۲)......مجاہد حق گو حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''محترم جناب مولانا عبدالعزیز صاحب زاداللہ فضل نے آپ کی لکھی ہوئی کتاب ''**تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور**'' ھدیہ دی، میں خود بھی اس کتاب کے انتظار میں تھا، کتاب میں جو مسائل حقہ آپ نے جمع کیے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح مسلک وعقیدہ کی جو آپ نے ترجمانی کی ہے اس پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

جمعیت علماء اسلام کی مجلس شوریٰ نے آپ پر پورے اعتماد کے ساتھ مسائل مذکورہ کی ترتیب وجمع کی جو خدمت آپ کے سپرد کی تھی، یقیناً آپ اس اعتماد کے پورے اہل ہیں، پاکستان میں اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلمانوں کا عظیم غلبہ اور اکثریت ہے، پاکستان میں دشمنان اسلام اعتزال وخارجیت کے فتنے پیدا کررہے ہیں تا کہ پاکستان میں اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلمانوں کی جو عظیم وحدت ہے اس کو توڑ دیا جائے اور آسانی سے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال دیا جائے۔ علماء حق مسلمانوں کے ایمان کے محافظ ہیں۔آپ نے اس حفاظت کا پورا فریضہ ادا کیا۔ ہمارا پختون علاقہ جو کل کے کل اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلمان ہیں آپ کی اس کتاب سے ان کو پوری ''تسکین'' ہوگی۔''

(۱۳)......امام المناظرین حضرت مولنا دوست محمد قریشی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''سلام مسنون۔ جناب کی تصنیف شدہ ''تسکین الصدور'' بوساطت مولانا عبدالعزیز صاحب پہنچی، اس عاجز نے اس سے پہلے اہم مقامات کا مطالعہ کرلیا تھا، جناب نے اس کتاب میں ہمارے اسلاف کی صحیح ترجمانی اور تشریح فرمائی ہے۔ خداتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کے لیے است مشعلِ راہ بنائے۔ آمین''

(۱۴)......فاضل بے نظیر حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''کتاب ''تسکین الصدور'' کے متعدد اور اکثر مقامات کا مطالعہ کیا الحمد للہ کتاب دفعِ وساوس کے لیے کافی اور اطمینانِ قلب کے لیے وافی ہے۔ منصف کے ہاتھ ایک مشعلِ ہدایت ہے اور متردد کے لیے برہان ساطع۔ بلاریب یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔''

(۱۵)......مقتدائے انام حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کا علم وتقویٰ علماء وصلحاء کے نزدیک مسلم ہے، اجلہ علماء نے موصوف کو اس مہتم بالشان امر کے لیے منتخب کیا، بحمد اللہ ''تسکین الصدور'' اہلِ انابت کے لیے اسم بامسمیٰ ثابت ہوئی۔ معاندین کے لیے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور حجۃ اللہ فی الارض کتاب اللہ آخری کتاب بھی باعث ہدایت نہیں ہوتی، جو شخص بھی خصوصاً اہل علم غائرانہ مطالعہ کرے گا تو تہ دل سے یہی فیصلہ کرے گا کہ اہل علم اور طلباء کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حوالجات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اور مستحکم دلائل اور واضح حجج سے مسئلہ حیاۃ انبیاء علیہم السلام کو مبرہن اور واضح فرمایا۔ اصولِ حدیث میں مہارت رکھنے والے علماء حضرات موصوف کو ہمیشہ دادِ تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتے اور طالبین حق کی گردن پر بہت بڑا احسان ہے۔ منصف اور منیب کے لیے وسیلۂ ہدایت اور معاند اور مخالف کے لیے'' **فزادهم الله مرضاً''. ''من يهدالله فهو المهتد، ومن يضلله فلا هادی له، يضل به كثيراً ويهدی به كثيراً، وما يضل به الاالمعاندين، وماهو الاشفاء لما فی الصدور، هی شمس الضحیٰ او بدرالدجیٰ فی حيات الانبياء** ''کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، متکلمین، محدثین، اور فقہاء کے اقوال وآراء سے مسائل کو مدلل فرمایا۔ خداوند کریم باقیات صالحات کو قبول فرما کر مایہ ثواب آخرت فرمائے اور قیامت تک اس کتاب مستطاب سے علماء اور طلباء کو مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

حضرت مولانا نے بالکل مثبت علمی انداز میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ عقائد کو بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت اور اقوال فقہاء ومتکلمین امت کے جامع استدلالات سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا، کسی مخالف کی تشخیص وتعیین یا اس پر تنقید وتنقیص سے کامل احتراز کیا۔ عبارت سلیس، صاف

اور عمدہ اختیار کی گئی ہے، جس کے پڑھنے سے مطالب خو بخود ذہن میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ میں اس عظیم دینی خدمت پر مولانا موصوف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی اس تالیف کو قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لیے مفید بنائے اور اسے زائغین کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت مولانا موصوف کی فلاح دنیوی ونجات اُخروی کا سبب بنا دے۔'' آمین

(۱۶)......عمدۃ الفقہاء حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ماشاء اللہ آپ نے حیات النبی اور سماع موتی پر خوب کلام کیا ہے اور درمیان درمیان میں اصولِ حدیث اور تنقید حدیث کا طریقہ بھی اچھا بیان کیا ہے۔

(۱۷)......یادگارِ سلف حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

کتاب ''تسکین الصدور''، سرورِ قلب اور تبرید بصر کا موجب بنی۔

(۱۸)......سید العلماء حضرت مولنا عبد الخالق صاحب رحمہ اللہ (مظفر گڑھی) تحریر فرماتے ہیں کہ:

(تسکین الصدور میں) مسائل کو نہایت محققانہ طور پر بیان کی گیا ہے اور اس سلسلہ میں کیے گئے جملہ اعتراضات کے مسکت جواب دیے گئے ہیں۔

قارئین کرام! آپ کے سامنے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ اکابر علماء اہل سنت دیوبند کے نزدیک کتاب اور منصف کتاب کا ''علمی مقام'' کتنا بلند اور بالا ہے، بندہ عاجز نے تو ان اکابر کے چند تائیدی اقوال نقل کر دیئے ہیں لیکن جب آپ اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کریں گے تو اس کی مزید خوبیاں اور علمی مقام نکھر کر آپ کے سامنے آئیگا۔ بندہ عاجز کا مشورہ ہے کہ علماء اہل السنّت دیوبند کا ہر ایک عالم اور طالب اس کتاب کا مطالعہ کرے تا کہ ایمان کے ڈاکوؤں سے اپنے ایمان کو محفوظ رکھا جائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اکابر اہل سنت دیوبند کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

''حُجّت''......اور......''بدعت''

امین اللہ پشاوری غیر مقلد اپنی کتاب ''حقیقة التقليد'' صفحہ 100 پر لکھتے ہیں کہ:

''قیاس ''حجت'' ہے۔''

اور صفحہ 101 پر لکھتے ہیں کہ:

''مستقل طور پر قیاس کا دین میں با قاعدہ اہتمام کے ساتھ استعمال ''بدعت'' ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ جو ''حجت'' ہے وہ ''بدعت'' کیسے؟......اور جو ''بدعت'' ہے وہ ''حجت'' کیسے؟؟......

مولانا عبدالقیوم حقانی

عمار خان ناصر!......کس راستے پر چل نکلے......؟

قادیانیوں کی غیر مسلم اقلیت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے سلسلے میں آئینی تحفظات اور قانونی کاوشوں کو ڈائنامیٹ کرنے کی جدید سائنٹفک مذموم مساعی............

عمار خان ناصر اپنے علمی اور قلمی قد وقامت، خاندانی نسبت وشرافت اور ایک مؤقر جریدے کی ادارت کے حوالہ سے بظاہر ذمہ دار عالم وفاضل کا عنوان اور علماءِ دیو بند کی نسبت کے حوالے سے ایک جواں سال فکری کاوش کا نام اور پہچان ہے، یہ وہی لوگ ہیں جن کی استقامت سے امت کو استحکام اور پھسلنے سے ایک پوری جماعت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

انہی اندیشہ ہائے دور دراز کے پیش نظر ماہنامہ القاسم کے ایک بیدار مغز، حساس اور مخلص قاری نے ماہنامہ ''اجتہاد'' (اسلام آباد، شمارہ ۵ مئی، ۲۰۰۹ء) میں شائع ہونے والے ایک مقالے بہ عنوان ''نفاذ شریعت، تزکیۂ نفس یا نفاذ قانون'' کی فوٹو کاپی بھیجی ہے، مضمون نگار جناب عمار خان ناصر، مدیر ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ ہیں۔

اب کے بار جو مقالہ پڑھا تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور یقین نہیں آ رہا کہ کیا واقعتاً بھی عمار خان ناصر جیسے ذی علم، ذی استعداد اور صاحب فضل وکمال بھی ایسی بات لکھ سکتے ہیں؟ اگر یہ بات کسی پرویزی، کسی غامدی، کسی قادیانی، کسی بے دین کالم نویس نے لکھی ہوتی تو کبھی کڑھن نہ ہوتی، اور نہ اس سلسلے میں کچھ لکھنے کی ہمت ہوتی کہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آں عزیز کی اس نوعیت کی تحریری کاوشوں سے ملحدوں، دہریوں اور نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے خلاف کام کرنے والے دین دشمنوں، بالخصوص قادیانیوں کی مذموم تحریکات کو تقویت ملتی بلکہ ان کی ترجمانی ہوتی ہے۔ عمار خان ناصر تحریر فرماتے ہیں:

> ''اگر کسی معاشرے میں کشف والہام انفرادی دائرے سے اٹھ کر ایک باقاعدہ ادارتی صورت اختیار کر چکے ہوں، ان کی بنیاد پر شخصیات اور جماعتوں کے عنداللہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے کیے جاتے ہوں، لوگوں کی ان کی طرف دعوت دی جاتی اور ان

کے ساتھ وابستہ ہونے والوں کو نجات کی بشارت دی جاتی ہو، القاء والہام کی بنیاد پر مراقبہ وسلوک کے نظام مرتب کیے جاتے بلکہ سیاسی و مذہبی اختلافات میں بھی حق و باطل کی تفریق کرنا ایک عام چلن ہو، جہاں خواب اور بشارات کسی کے مامور من اللہ ہونے کا ایک مستند ذریعہ سمجھے جاتے ہوں، ایسی فضا میں اگر کوئی شخص ''شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔'' کا نعرۂ مستانہ بلند کردے اور لوگ اس کے فریب میں مبتلا ہو کر اسے ایک ''امتی نبی'' مان لیں تو انہیں کس حد تک اس کا قصوروار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور راہِ راست پر لانے کی ہمدردانہ کوشش کرنے کی بجائے ان کا معاشرتی مقاطعہ کرنے اور قانونی اقدامات کے ذریعہ سے انہیں مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ کردینے کو کس حد تک، اخلاق، حکمت اور دعوتِ دین کے تقاضوں کے مطابق قرار دیا جا سکتا ہے؟ ایک ایسی سوسائٹی جس میں فحاشی اور جنسی بے راہ روی کے محرکات وترغیبات بکثرت میسر، جبکہ مناسب عمر میں آسان شادی کے مواقع معدوم ہوں، جہاں عالمی سرمایہ دارانہ معیشت کے تحت درآنے والے تہذیبی واخلاقی اثرات اور ایک ناہموار سماجی ڈھانچے سے پیدا ہونے والی ترجیحات بنیادی کردار ادا کرتی ہوں، جہاں پیشہ وارانہ بدکرداری معاشرے میں خواتین کی محکومانہ حیثیت اور ان کے استیصال پر مبنی ایک نظام کی پیداوار ہو، اس صورت حال میں زنا کی سزا کو محض قانون کی کتاب میں درج کردینے سے معاشرے کی اخلاقی تطہیر وتربیت کے وہ تقاضے کیونکر پورے ہوں گے جو شریعت کا اصل مطلوب ہے؟ اور کیا دین کے تجویز کردہ اخلاقی وسماجی ڈھانچے کے بغیر یہ سزائیں ایک بے جوڑ سی چیز دکھائی نہیں دیں گی؟'' [ماہنامہ ''اجتہاد'' اسلام آباد صفحہ 16]

پہلے تو یہ بتایا جائے کہ وہ کون سے لوگ ہیں اور کہاں ہیں جنہوں نے کشف والہام اور القاء کو واقعتاً بھی ایک مرتب نظام کے تحت باقاعدہ ادارتی صورت دے رکھی ہے اور خواب و بشارت کو کسی کے مامور من اللہ ہونے کے لیے ایک مستند ذریعہ سمجھتے ہیں؟ اور ملک میں غالب اکثریت بھی انہی کی ہے۔

''شبانی سے کلیمی دو قدم'' کے شاعرانہ نعرۂ مستانہ سے متاثر ہو کر ایک شخص ''امتی نبی'' ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگ اسے ''امتی نبی'' مان بھی لیں تو نبوت کے دعویدار اور اس کے پیروکار کو قصوروار ٹھہرانا ان کا معاشرتی مقاطعہ کرنا اور قانونی اقدامات کے ذریعہ انہیں مسلمانوں سے الگ تھلگ گروہ اور غیر مسلم اقلیت قرار دینا عمار خان ناصر کے ہاں اخلاق، حکمت اور دعوتِ دین کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔

جس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اکابر ومشائخ اور قومی وملی زعماء کی نفاذ شریعت سے متعلق تمام تر پارلیمانی جدوجہد بے سود اور بے ہدف تھی، شریعت بل کا معرکہ، حدود وقصاص کا نفاذ، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار

دینا اور عظیم تر تحریک ختم نبوت کا برپا کرنا گویا سعی لاحاصل تھا۔ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، قائد ملت مولانا مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت خواجہ خان محمد رحمہم اللہ اور دیگر تمام علماء کرام کے تمام تر مساعی گویا بے سود اور بے جوڑ سی چیز کے لیے رائیگاں جدوجہد تھی۔ (العیاذ باللہ)

افغانستان میں تو طالبان نے تزکیۂ نفس اور لوگوں کی تربیت کا منفرد خصوصی اہتمام کیے بغیر جو اسلام کا مکمل نظام قانون نافذ کر دیا تھا جس نے پندرہویں صدی میں بھی خلافت راشدہ کی یادیں تازہ کر دی تھیں۔ عمار خان ناصر کے ہاں سب کچھ اکارت گیا۔

عمار خان ناصر اپنی یہی بات الفاظ کے ہیر پھیر سے ماہنامہ ''اجتہاد'' کے صفحہ ۸ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس کے علاوہ عملاً جن قوانین مثلاً قادیانیوں کے خلاف امتناعی قوانین یا توہین رسالت کی سزا وغیرہ پر عمل درآمد پر اصرار کیا گیا، ان کے پس منظر میں زیادہ تر عوامی سطح پر پائے جانے والے جذبات کارفرما تھے۔ جبکہ حقیقی معاشرتی اصلاح کا پہلو ان میں نمایاں نہیں تھا۔ گویا یہ ساری جدوجہد اصلاً چند خطرات اور تحفظات کے تناظر میں تھی اور اس کے محرکات میں اسلام کے ریاستی و معاشرتی کردار کے تحفظ کے مخلصانہ جذبے کے ساتھ ساتھ مذہبی طبقات کی سیاسی اور معاشرتی بقا (political and socil survival) کا سوال بھی یقیناً کارفرما تھا۔ اس محدود اور ایک رخِ اندازِ فکر (Approach) سے نفاذ اسلام کا تصور نہ صرف عوام بلکہ خود مذہبی طبقات میں پروان چڑھا، وہ مثبت معنوں میں ایک پاکیزہ اور خدا کے مقرر کردہ حدود کے پابند معاشرے کا تصور نہیں بلکہ محض یہ تھا کہ بعض خلاف اسلام عناصر کے خلاف امتناعی اور تعزیری اقدامات کتابِ قانون میں شامل کر لیے جائیں۔ [ماہنامہ ''اجتہاد'' ص:8]

عمار خان ناصر کا یہ کہنا کہ قادیانیوں کے خلاف امتناعی قوانین یا توہین رسالت کی سزا......ان کے پس منظر میں زیادہ تر عوامی سطح پر پائے جانے والے چند خطرات، تحفظات، جذبات کارفرما تھے۔

جناب عمار خان ناصر کی گفتگو میں تضاد ہے، معاشرتی برائیاں، عریانی، بے حیائی، بقول ان کے بعض صوفیاء کا مذموم کردار، دہشت گردی، قتل و غارت اور بدامنی لاریب معاشرتی برائیاں ہیں، مگر مضمون نگار نے قادیانیت اور توہین رسالت جیسے عقائد کے مسائل کو بھی اس میں شمار کر دیا ہے، جبکہ قادیانیت اور توہین رسالت کا تعلق عقائد سے ہے۔ معاشرتی برائیوں سے اسے کیا واسطہ ہے؟

جناب عمار ناصر! یہ عوامی سطح کا جذبات نہ تھے، یہ تو پوری امت کا مسئلہ تھا، دین وعقیدہ اور ایمان کا مسئلہ تھا، عوام اور عوامی سطح کے جذبات نہیں، ایمانیات اور خواص یعنی علماء، زعماء دین وسیاسی رہنما سب کا یہی ایمان تھا اور سب کے ایمانی جذبات تھے، جس نے پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا اور توہین رسالت کی سزا کو قانونی تحفظ دے دیا۔ پھر توہین رسالت کی سزا بھی عوامی سطح کے ''چند خطرات، تحفظات، جذبات'' نہیں ہیں، بلکہ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم سب اس کے قائل ہیں، ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین کو آپ جن خطرات اور تحفظات کے پسِ منظر میں غیر ضروری قرار دے رہے ہیں، کیا آپ بتا سکیں گے کہ وہ تحفظات اور خطرات کیا تھے؟ دنیا بھر کے ملکوں کا یہ قانون ہے، اور دنیا بھر میں توہین رسالت کی سزا کا قانون مروج ہے۔ پاکستان میں ۷۳ء کے آئین کی شق نمبر ۱۹ کو پوری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ دیگر ممالک میں بھی یہ قانون موجود ہے، مصر، عرب، ترکی، سری لنکا، برما، برطانیہ، امریکا، ڈنمارک، فرانس، اٹلی، مراکش، سویڈن، نیپال میں توہین رسالت کی سزا کا قانون نافذ العمل ہے۔ (ملاحظہ ہو تفصیل ماہنامہ ''القاسم'' مئی 2011ء)

خود کو ''امتی نبی'' کہلوانے والے غلام احمد قایانی اور ان کے متبعین کی تکفیر اور اسے مسلمانوں سے الگ گروہ قرار دیے جانے کی آئینی جدوجہد کے پس منظر میں تحریک ختم نبوت کے تاریخ ساز کردار کو بے وزن اور بے معنیٰ قرار دیے جانے کی مذموم حرکات، الفاظ کی بازی گری کا مذموم کھیل، نظری مباحث ادب وتحقیق اور تجزیہ وتبصرہ کے ذوق کی تکمیل میں ناموس رسالت کی توہین اور شرعی قوانین سے استہزاء اور مذاق ایک بد ترین اور مذموم کھیل ہے۔ یہ بات بہرحال میری سمجھ میں آنے کی نہیں کہ یہ کھیل دانستہ کھیلا جارہا ہو، اور اگر ایسی نازیبا فکری اور قلمی حرکتیں نادانستہ بھی سرزد ہورہی ہوں تب بھی میں یہی عرض کروں گا:

یہ کھیل کہاں سے کھیلا جارہا ہے؟ کون کھیل رہا ہے؟ کس سے اور کن سے کھیلا جارہا ہے؟ کس نسبت کو استعمال کیا جارہا ہے؟ اور اس کی زد کہاں پڑتی ہے؟ کس کی بے وقعتی ہے؟ کن مسائل، احکام اور نظام کو اٹھا کر باہر پھینکنے کا اشارہ دیا جارہا ہے؟ کس کی روح کو بے چین کیا جارہا ہے؟ کہیں گنبد خضریٰ کے مکیں کی روح کو تو بے قرار نہیں کیا جارہا؟

آزادیٔ تقریر وتحریر اور نظری مباحث چھیڑنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا کہ جب کوئی من چلا چاہے توہین رسالت کے قانون سے کھیلنے لگے، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے والی آئینی جدوجہد اور شرعی احکام کے قانونی تحفظ کو بے جوڑ اور غیر مؤثر قرار دینے کی مذموم مساعی میں لگ جائے۔ حدود وقصاص اور اسلامی سزاؤں کے قانونی تحفظ کی بے وقعتی کرے، علماء واکابر کی عظیم الشان قربانیوں اور

متحدہ تاریخی کاوشوں کو قلمی یلغار کے ذریعہ بلڈوز اور ڈائنامیٹ کرنے کی جسارت کرے اور نفاذِ قانون سے پہلے تزکیۂ نفس کی فکری ونظری بحث چھیڑ کر اکابر کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، تحفظ ناموس رسالت کے لیے قانونی تحفظات حاصل کرنے اور شرعی احکام کے نفاذ کے لیے آئینی جدوجہد کی تمام تر پارلیمانی آئینی وقانونی مساعی کو بے سود قرار دے۔ جس کو عمار خان ناصر مذہبی طبقات کی سیاسی اور معاشرتی (political and socil survival) کی کارفرمائی اور اسے محدود اور ایک رُخ اندازِ فکر (Approach) کا نام دے رہے ہیں۔ امت اسے عین ایمان، عین دین اور پوری امت کا متفقہ مسئلہ قرار دیتی ہے۔

عمار خان ناصر! نفاذ شریعت کے لیے نظام شریعت کو آئینی اور قانونی تحفظ دے کر افغانستان کے طالبان کی طرح مخلص اور مومن قیادت کو اقتدار سونپنا ہوگا۔

جہادی کردار کے ذریعہ منافق قیادت کا قلعہ قمع کرنا ہوگا اور پندرہویں صدی میں بھی عدیم الوسائل طالبان کی طرح یورپی عالمی برادری کی شدید مزاحمت ومقابلہ کے باوجود اسلامی نظریۂ حیات اور نظام امن وعدل کو نافذ کر کے اس گئے گزرے دور میں بھی نظام خلافت راشدہ کی جھلکیاں دکھانا ہوں گی۔

(بشکریہ: ماہنامہ ''القاسم'' جون 2011)

مولانا محمد احمد حافظ

فکری دہشت گردی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ایک مسلمان کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اس پر قرآن وسنت میں موجود نصوص کے علاوہ عشاق رسول کے وہ نادر الوقوع واقعات بھی شاہد ہیں جب لوگ محض نام محمد کی عزت وعظمت اور رفعت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں کی بازی ہار گئے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جب سر ہتھیلی پر لیے نوجوان فوج کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اپنے جسموں پر زخموں کے تمغے سجا لیے...... اقبال نے غلط نہیں کہا تھا ''در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است''...... محبت رسول دماغ نہیں دل کا معاملہ ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ جب دل اور دماغ میں کشمکش ہوتی ہے تو فاتح دل ہی ٹھہرتا ہے۔ محدث کبیر الامام المجاہد حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ حدیث پڑھا رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوبات کا تذکرہ چل رہا تھا، ایک مقام پر آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزی میں 'لوکی' بہت پسند تھی، کسی نے کہا مجھے تو پسند نہیں، تو اسی وقت حضرت ابن مبارک نے اپنی مسند کے نیچے سے تلوار نکالی اور کہا: ابھی اپنے ایمان کی تجدید کر، ورنہ تجھے قتل کرتا ہوں......

اقبال جو نہ ملّا نہ مسٹروں جیسے مسٹر، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ میری غیرت تو یہ بھی گوارا نہیں کرتی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مَیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

کتنے ہی واقعات ہیں جب کسی بد بخت گستاخ نے گستاخی کا ارتکاب کیا چشم زدن میں اس کی گردن اڑا دی گئی۔ آپ بھی کہہ رہے ہوں گے کہ ان دنوں یہ موضوع زیر بحث نہیں پھر زیب قرطاس کرنے کا کیا مقصد؟...... درست بات ہے، لیکن کیا کیجیے کہ اس موضوع پر کچھ لکھے بغیر رہا بھی نہیں جاتا۔ معاملہ غیروں کا ہوتا تو بات دوسری تھی مگر یہاں تو اپنے مار آستین بنے بیٹھے ہیں۔ آج کل ہم نوجوان پڑھے لکھوں میں خصوصاً جن کا شمار ''اہل قلم'' میں بھی ہونے لگے، یہ مرض بہت عام ہے کہ کوئی ایسی بات، ایسا اشقلہ اور شوشا ضرور چھوڑا جائے جو ہماری انفرادیت کو چار چاند لگا سکے۔ خواہ اس کے لیے اسلاف کے اجماعی مسلک اور اہل سنت کے مصدقہ ومتفقہ عقائد سے انحراف ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور خیر سے اگر کسی کو ''یہ ایک نوجوان کی تحقیق ہے، اس کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیے اور کسی کے پاس مخالف دلیل ہے وہ سامنے میدان میں آئے'' کہہ کر تھپکی

دینے والے بھی مل جائیں تو پر لگنے میں دیر نہیں لگتی۔

تھوڑا عرصہ قبل جب گورنر سلمان تاثیر کا قتل ہوا اور پھر چند ہی ہفتوں بعد شہباز بھٹی کا بھی قتل ہوا تو کونوں کھدروں میں چھپے دانش ور راگ الاپنے لگے کہ توہین رسالت کی سزا محض قتل ہی تو نہیں، اس کی مختلف حیثیتیں ہیں اور فقہ حنفی تو مرتد کو توبہ کی مہلت دیتی ہے اور یہ کہ توہین رسالت کے مجرم کو بھی توبہ کا موقع ملنا چاہیے۔ نیز یہ کہ اتنی شدت پسندانہ رائے اور مسلک تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے، وغیرہ۔ غوغائے سگاں کے اسی شور میں ایک علمی خانوادے کے نوجوان صاحب زادے نے اس حوالے سے تدلیس وتلبیس اور از یں قبل تمام ہتھکنڈوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ثابت کرنے کی سعی ناتمام فرمائی کہ فقہ حنفی توہین رسالت کے مجرم کو ہر صورت سزائے موت نہیں دیتی بلکہ استثنائی صورتیں بھی ہیں۔

ہم نے جتنا کچھ ان کی تحریر سے اخذ کیا، اس کا لب لباب یہی اوپر کا دعویٰ ہے۔ اس حوالے سے ایک تحریر قومی روزنامے میں متعدد اقساط میں چھپ چکی ہے اور اب اسے کتابچے کی شکل میں بھی پھیلایا جارہا ہے۔ حقائق کس حد تک ان کے اس دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں، اس کی کھوج لگانا، اتو اہل علم کا کام ہے، ہم اپنے ناقص اور ٹوٹے پھوٹے علم کے مطابق اتنا جانتے ہیں کہ یہ بات فقہ حنفی پر محض تہمت ہے کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو رعایت دیتی ہے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں:

☆ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ذمّی علانیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اس کو عادت بنالے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اگر چہ عورت ہو اور آج کے دور میں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا

(فتاویٰ شامی ص 331 ج 6)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:...... اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو اس کو توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کرنے پر اجماع ہے۔ (فتاویٰ شامی ص 357 ج 6)

☆ علامہ ابوالطیب سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ...... کسی بھی انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات میں عیب لگانے والا، گالی دینے والے کے حکم میں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا حکم یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (حاشیہ سندھی علی النسائی ص 153 ج 2)

☆ علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:...... اگر کوئی مسلمان نشہ کی حالت میں مرتد ہو جائے تو اس پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، البتہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے، اس کو قتل کیا جائے گا اور اسے معافی نہیں دی جائے گی۔ (الاشباہ والنظائر ص 289 ج 1)

یہی مسلک امام محمد، علامہ شہاب الدین شبلی، علامہ بدرالدین عینی رحمہم اللہ کا ہے۔ علامہ ظفر احمد عثمانی

رحمہ اللہ نے اعلاء السنن میں اسی حوالے سے لکھا ہے کہ:...... ''بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مرد یا ذمیہ عورت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دے یا دین اسلام میں طعن کرے تو اسے ذمی یا ذمیہ کو قتل کرنے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ص505 ج12)

یہ تو معدودے چند مثالیں ہیں۔ دل بینا رکھنے والے کے لیے اتنا بھی کافی ہے۔

اصل بات جو ہمیں عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ان دانش وروں کو ایسی رخصتیں عین اس وقت کیوں یاد آتی ہیں جب اہل مغرب کا مفاد خطرے میں ہوتا ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں توہین رسالت کا قانون اہل مغرب کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً امریکا اور یورپی ممالک کی طرف سے اس قانون کو ختم کرنے کے مطالبات سامنے آتے رہتے ہیں۔ اور یہ بات بھی سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سلمان تاثیر مغرب کے اسی ایجنڈے پر کام کر رہے تھے کہ کسی طرح اس قانون کو تحلیل کر دیا جائے۔ شہباز بھٹی اسی قانون کے حوالے سے جائزہ کمیٹی کے سربراہ تھے۔ ایسے ماحول میں جبکہ مغرب قانون توہین رسالت کے درپے ہو، درفطنی چھوڑنا کہ جناب توہین رسالت کے مجرم کے قتل پر ہی اصرار نہ کرنا چاہیے اور اس مدعا کے لیے دوراز کار دلائل بھی ڈھونڈ لیے جائیں تو یہ مغرب ہی کی خدمت کہلائے گی۔ کسی کے ایمان میں شبہ کرنے کا ہمیں حق نہیں ہے مگر ہمیں باور نہیں آتا کہ معاملہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم کے لیے رعایتیں تلاشنے لگے۔ یہ بات بجائے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وشیفتگی اور والہانہ تعلق کی شدید کمی کا ثبوت ہے۔

جاوید غامدی اور اس کی ذریۃ البغایہ نے ہر اس نازک مسئلے کو چھیڑا ہے جس سے امت مسلمہ کی ایمان وعقیدہ کی بنیاد پر دلی جذبات کے ساتھ وابستگی ہے۔ مسئلہ فلسطین ہو یا حدود اللہ کا ہو، جہاد کا ہو یا ناموس رسالت کا، اس ٹولے نے فکری دہشت گردی کی یلغار کر رکھی ہے۔ ہر تھوڑے عرصے بعد ایسی ہیجان انگیز تحریریں اور ژولیدہ خیالات سامنے آتے رہتے ہیں جو امت میں انتشار وافتراق کا سبب بنتے ہیں۔ اس پر مستزاد وہ نام نہاد اہل علم سرپرست ہیں جو یہ کہہ کر اپنا دامن سمیٹ لیتے ہیں کہ ''یہ ایک نوجوان کی تحقیق ہے، اس سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور علمی مسائل میں یہ نئی بات نہیں۔'' اگر معاملہ محض کسی کی ذاتی تحقیق کا ہو تو بات الگ ہے، مگر جب کوئی شخص مغرب ہی کے ایجنڈے پر کام کرنے لگے تو بات دوسری ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اکابر کی سرپرستی میں ایسے نت نئے فتنوں کا جائزہ لیا جائے اور جو لوگ حنفیت اور دیوبندیت کی آڑ لے کر اپنے باطل افکار ونظریات کا پرچار کر رہے ہیں، ان سے لاتعلقی کا اعلان کیا جائے۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود......اور......آل غیر مقلدیت

(......قسط نمبر 1......)

محترم جناب سرفراز حسن خان حمزہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ وشرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فروعی مسائل میں پے در پے شکستوں سے دوچار ہوئے تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختۂ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں ''وحدۃ الوجود'' بھی ہے۔

بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ موجود ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلّہ کے لیے یہی مضمون ''وحدۃ الوجود......اور......آل غیر مقلدیت'' ارسال کرنا پسند کیا ہے۔ امید ہے آپ بھی اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے شائع فرمائیں گے۔

بندہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ کا یہ عزم رہے کہ کبھی فرصت اور وسائل ساتھ دیں تو مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کے حالات زندگی کے حوالہ سے کوئی ''خاص نمبر'' شائع کرنا ہے۔ اس پر آپ نے ''ان شاء اللہ'' کہا تھا، اُمید ہے کہ یہ ارادہ اب بھی آپ کے عزائم میں زندہ وتابندہ ہوگا۔ اللہ پاک توفیق خیر سے نوازیں۔ آمین۔ والسلام......رب نواز......دار العلوم فتحیہ، احمد پور شرقیہ، بہاولپور

---

(۱)......پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری غیر مقلد فرماتے ہیں:

''ہمارا اہل حدیثوں کا سلسلہ میاں نذیر حسین صاحب اور پھر دوسرے ان کے شاگرد وغیرہ ہیں، سب تصوف کے قائل ہیں، کوئی وحدت الوجود کا شکار ہے، کوئی وحدت الشہود کا شکار ہے۔''

[خطبات بہاولپوری صفحہ ۲۸۶]

میاں نذیر حسین کو غیر مقلدین ''شیخ الکل فی الکل'' مانتے ہیں۔

(۲)......نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں:

''مذہب وحدۃ الوجود اور مذہب وحدۃ الشہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جس طرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں، ہم پر اعتقاداً لازم ہے کہ ہم کسی جانب

بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں، کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل وتکفیر لازم آتی ہے۔'' [مآثر صدیقی، حصہ چہارم، صفحہ ۳۹]

نواب صاحب کو غیر مقلدین کے حلقہ میں ''مجدد'' مانا جاتا ہے۔(مقدمہ الحط ،ص ۱۰)

انہوں نے وحدت الوجود کو ''دلائل سے ثابت شدہ'' عقیدہ قرار دیتے ہوئے اسے گمراہی قرار دینے سے انکار کردیا۔

(۳)......نواب وحیدالزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''وحدت الوجود کا مسئلہ عوام کے فہم سے باہر ہے، بلکہ خواص بھی چکراتے ہیں اور حاصل وحدتِ وجود کا یہ ہے کہ وجود اور تحقق اور مابہ الموجودیۃ ، یہ عین خدا ہے اور تمام ممکنات اس وجود اور وجود حقیقی کے ایک پرتو اور عکس کی طرح ہیں۔ یا۔ پرتو اور عکس کی مثال وحدت شہود میں دو، اور وحدتِ وجود میں یوں کہو کہ وجود سب ممکنات کا عین خدا ہے، لیکن ممکنات کا وجود مقید ہے اور پروردگار وجود مطلق ہے، جو تمام تعینات سے خالی اور پاک ہے۔[رفع العجاجه عن سنن ابن ماجه، جلد۱، صفحہ ۵۰۷]

وحیدالزمان صاحب کو غیر مقلدین کی طرف ''امام اہل حدیث'' کہا گیا ہے۔''

[سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۴۲]

(۴)......غیر مقلدین کے مشہور عالم عبداللہ روپڑی صاحب، وحدۃ الوجود کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''توحید الٰہی: یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت کرے ازل میں ہمیشہ وحدت سے موصوف رہا' چنانچہ حدیث میں ہے **کان اللہ ولم یکن معہ شیء** یعنی خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شیء نہ تھی اور اب بھی اس طرح ہے اور ابدالاباد اسی طرح رہے گا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے ''**کل شئیء ھالک الا وجھه**'' یعنی ہر شے ہلاکت والی ہے مگر خدا کی ذات۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی، بلکہ ہالک کہا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی ہے یعنی نیست اور فانی ہے، اس کی مثال اس طرح ہے جیسے رسی جلادی جائے تو اس کے بٹ بدستور نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رسی قائم ہے حالانکہ حقیقت میں رسی فنا ہوچکی ہوتی ہے، اس حالت کے مشاہدہ کے لئے قیامت کا حوالہ دینا محجوبوں کے لیے ہے ورنہ اربابِ بصیرت اور اصحابِ مشاہدہ جو زمان ومکان کے تنگ کوچہ سے گزر کر خلاصی پاگئے یہ وعدہ ان کے حق میں قیامت تک ادھار نہیں بلکہ نقد ہے یعنی یعنی محجوبوں کے لیے جو مشاہدہ قیامت کو ہوگا اربابِ بصیرت کیلئے اس وقت ہورہا ہے......اور ''توحیدِ الٰہی'''' وحدۃ الوجود'' ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیا(ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی

ہیں، متقدمین کی کتب میں نہیں، ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔'' (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

روپڑی صاحب نے علامہ ابن عربی کی اصطلاح ''وحدۃ الوجود'' کو نہ صرف صحیح قرار دیا ہے بلکہ اسے ''توحید الٰہی'' باور کرایا ہے۔ روپڑی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں اگر دوسری شیء کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے، گویا ہر جگہ اسکو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے، خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اور آثار اس کی صفات کا مظہر ہیں اس لیے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کو ہر شے سے خدا نظر آتا ہے وہ شے نظر نہیں آتی، جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔

(فتاویٰ اہلحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۵۳)

جس کو ہر شے سے خدا نظر آتا ہے اسے روپڑی صاحب ''خدائی عاشق'' قرار دے رہے ہیں، گویا ان کے نزدیک ''وحدۃ الوجود'' کا قائل ''خدائی عاشق'' ہے۔ اب یہ فیصلہ موجودہ غیر مقلد علماء کریں کہ خدائی عاشق سے محبت رکھی جائے یا بغض......؟

عبداللہ روپڑی کو غیر مقلدین استاذ العلماء، افضل الفضلاء کہتے ہیں (ہدایۃ المستفید ج۱، ص۱۰۵)

(۵)......ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد، وحدۃ الوجود کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ، جلد ۱، ص ۳۳۴)

امرتسری مذکور کو غیر مقلدین امت محمدیہ کا ہیرو کہتے ہیں۔ (تحفہ حنفیہ، ص ۳۷۶)

ہماری نقل کردہ عبارات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی ''وحدۃ الوجود'' کے قائل تھے، مجددِ غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خان نے ''وحدۃ الوجود'' والوں کو ''بادلیل'' کہا ہے۔ غیر مقلدین کے افضل العلماء عبداللہ روپڑی اور ان کے مذہبی ہیرو ثناء اللہ امرتسری نے ابن عربی کے ''وحدۃ الوجود'' والے عقیدہ کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام اہلحدیث وحید الزمان نے نہ صرف اسے صحیح کہا بلکہ مخالفین کو چکرانے والا بتایا ہے کہ عوام بلکہ خواص اس میں چکرا جاتے ہیں۔ وحید الزمان صاحب آج زندہ ہوتے تو ان سے لوگ پوچھتے کہ ''وحدۃ الوجود'' کے مسئلہ میں چکرانے والے لوگوں میں زبیر علی زئی صاحب بھی ہیں یا نہیں......؟ جنہوں نے اسے کفریہ عقیدہ قرار دیا ہے۔

(جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مولانا طلحہ السیف

مسلکِ حق......کے......نشان

فتنہ عروج پر پہنچ چکا ہے، اب مقابلے کے لیے باہر آنا ہی پڑے گا ورنہ دین کا تشخص ہی خطرے میں پڑ جائے گا......ایسا مشکل دور شاید پہلے کبھی نہ آیا ہو۔ ایک طرف بارود کی بارش' اسلحہ کے انبار، فضا سے، سمندروں سے اور اب تو خلا سے بھی آگ برسانے کا سامان تیار ہے' میدان میں ہے اور بروئے کار ہے، ہدف صرف اور صرف اسلام اور اس کے نام لیوا۔ جبکہ دوسرطرف ہر گلی سے غامدی' وحیدالدین خان' زید حامد جیسے لوگوں کی بھرمار، اوران سب کو ٹی وی نامی ایک شیطانی میدان میسر ہے۔ جہاں سے دن رات اصلی اور سچے اسلام پر زہر اُگلا جاتا ہے اور تلبیسات کی بارش کی جاتی ہے۔ حرام امور حلال بنائے جاتے ہیں، مسلمہ عقائد کو قصے کہانیاں قرار دے کر رد کیا جاتا ہے، مسائل میں اپنی آراء کو تمام فقہا وائمہ کی آراء سے برتر قرار دیا جاتا ہے اور اس بات کا خوب ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ دین کی سابقہ تمام تشریحات دورِحاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار و ناقابل عمل ہیں اور معتبر صرف ان ''جہلاء'' کے فرمودات ہیں۔

کچھ لوگوں کی باتیں متاثر کن ہیں اور بعض کا انداز، مگر الحذر الحذر! ہم ہرگز احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ عالم کے مسائل کا حل ان کے پاس ہے، بالکل جھوٹ کیونکہ قرآن تو ہمارے پاس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امن وسلامتی لانے کا نسخہ ان سے لیا جائے، حالانکہ وہ امن وسلامتی لانے والے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے نابلد اور سیرت سے دور ہیں۔ یہ ذخیرہ تو علماء کرام کے پاس ہے کیونکہ وہی ''ورثۃ الانبیاء '' ہیں اور یہ عزت وشرف انہیں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خو عطا فرمایا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کو زمانے کی گردش کے مطابق موڑیں گے اور موڑ دینا ضروری ہے، مگر ہمارا نعرہ ہونا چاہیے کہ ہم زمانے کی گردش کو اسلام کے مطابق پھیر دیں گے اور ایسا کرنا ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نجات ان کے بتائے ہوئے راستے میں ہے بالکل غلط......نجات اس طریقے میں ہے جو آقا مدنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان کا کہنا ہے کہ قدیم کو چھوڑ و جدید پر چلو' علم کی وہ تشریحات مانو جو یہ بتائیں، ان نئے نظریات کو حق مانو جو انہوں نے گھڑے ہیں، قرآن وحدیث کو ان کی نظر سے دیکھو اور ان کی عینک سے پڑھو! نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ دین مکمل ہو چکا اس میں نئی بات کا داخل کرنا محال اور حرام' دین کے اصول مدون ہو چکے اب نئے گھڑ گھڑ

کرلانا ناممکن، دین کی تشریحات ہوچکیں اب جدید تشریحات نا قابل قبول۔ہاں جو بات انہی مسلمہ اصولوں کے مطابق ہو جن پر اتفاق ہو چکا ہے تو علی الرأس والعین ۔اہل علم قیامت تک آتے ہیں گے اور بحر علم کی غواصی کر کے موتی نکالتے رہیں گے۔ یہ سلسلہ تو ختم نہیں ہوسکتا مگر شرط اور لازم یہی ہے کہ ہر کسی کی بات پرکھی جائے گی اس سند پر جو اب حق و باطل کے مابین کسوٹی بن چکی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک ایک خوبصورت زنجیر ہے''العروۃ الوثقی، حبل اللہ '' جسے ہم عرف عام میں ''سند'' کہتے ہیں۔اب دین کا قیام اسی کے ساتھ ہے اور جو اس سے خارج ہے مردود ہے۔ ہماری معاشرت، معیشت، حکومت، عدالت، مخاصمت، مودت، موعظت، نصیحت، سب کچھ اسی ''سلسلۃ الذہب'' کے تابع ہے۔ ہر کام کو ہر کلام کو اسی پر جانچا اور پرکھا جائے گا، دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔

ان تمام جدید فتوں پر غور کیا جائے تو ایک بات مشترک نظر آئے گی۔عرب وعجم کے ہر ایسے سکالر کے مزخرفات کی تان اسی پر جا کر ٹوٹے گی کہ ''سند'' کچھ نہیں، سلف کا کوئی نظام نہیں، کوئی کسوٹی اور معیار نہیں، بس جسے ملمع سازی اور چرب زبانی کا فن آتا ہوا اُس کی بات مانی جائے۔مقابلے میں جب تشریحات سلف پیش کی جاتیں اور اسی ''العروۃ الوثقیٰ '' کو مضبوطی سے تھامنے کی دعوت دی جائے تو اسے تقلید جامد، شخصیت پرستی، دقیانوسیت اور نہ جانے کیا کیا نام دے کر شرمندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یاد رکھیں! جو تقلید اباحیت اور بے راہروی سے بچائے وہ ندامت نہیں عزت ہے، جو شخصیت پرستی شتر بے مہار بننے سے روک لے وہ بڑی مبارک ہے اور جو دقیانوسیت گمراہی سے محفوظ کردے وہ بڑی باعث فخر ہے۔

ہم طالب علموں کے سامنے اب یہ دونوں راستے ہیں۔یا تو ہم ان چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر اس جدید مگر گمراہی والے راستے پر نکل کھڑے ہوں اور اکابر کے طریقے سے دامن چھڑا کر ''اجتہاد'' شروع کردیں جیسا کہ ہمارے انہیں مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے بعض نوجوان فضلاء نے ''زورِ علم'' یا ''احساسِ کمتری'' کی زیادتی کے سبب شروع کردیا ہے اور ''غامدی'' جیسے ''جہلاء'' کی تقلید اور اس کے نظریات کا پرچار شروع کردیا ہے۔ گویا ان کے خیال میں یہ نام نہاد مفکرین دینی علوم کی سمجھ بوجھ اور زمانے کی نبض شناسی میں ہمارے اکابرین سے فائق ہوگئے ہیں۔ یا پھر ان ساری باتوں سے بے پرواہ ہو کر یکسوئی سے ''سند'' کی اس زنجیر کو مضبوط سے تھام لیں اور ہم نئے حل سوچنے کی بجائے اپنے اکابر کے علوم اتنی پختگی سے حاصل کریں کہ انہی کی روشنی میں ہر مسئلے کا حل جزم ویقین کے ساتھ معاشرے کے سامنے پیش کرسکیں، یقیناً دوسرا راستہ سلامتی والا ہے، فائدے والا ہے اور نجات والا ہے۔جس اہل علم نے بھی یہ راستہ اپنایا اس نے اپنے علم سے عالم کو مستفید کیا۔ یہ تحریر بھی دراصل ایک ایسے عظیم اور لائقِ تقلید اہل علم کے تذکرے کی غرض سے لکھی جارہی ہے جن کی پوری زندگی اس بات کا سبق تھی کہ علم صرف اس چیز کا نام ہے کہ اس ''سند'' کے سلسلے کو لازم پکڑا جائے اور جس بات کی دعوت

دی جائے اس کے مطابق دی جائے، جونظریہ اپنایا جائے اس کی روشنی میں اپنایا جائے۔

''امام اہل سنت'' اور شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے الفاظ میں ''شیخ الکل'' حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب قدس سرہ۔ زورِ علم دیکھئے کہ علم دنیا میں شاید ہی کوئی معرکۃ الاراء مسئلہ جو جس پر حضرت کی فاضلانہ تصنیف موجود نہ ہو۔ اور تصانیف بھی معمولی پائے کی نہیں بلکہ ایسی کہ ہر تحریر نے اکابر اور اساتذہ سے خراج تحسین وصول کیا۔ بعض اہم مختلف فیہ مسائل میں جب ایسی تحریر کی ضرورت ہوتی جو امت مسلمہ کا صحیح موقف ایمانداری اور مضبوطی سے واضح کر سکے تو اکابر علماء کرام کی نظریں جس شخصیت کی جانب اٹھیں وہ امام اہل سنت کی ذات تھی۔ اس لیے کہ اکابر کو یقین تھا کہ تھوڑے سے علم کے زور پر تفردات گھڑ لینے کے شوق کا ان کے قریب سے بھی گزر نہیں ہوا۔ مسئلہ حیات النبی کے موضوع پر آپ کی فاضلانہ تصنیف ''تسکین الصدور'' اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس پر ثبت حضرات اکابر اور آپ کے اساتذہ کرام کی تقریظات بیّن دلیل۔ آج اس مسئلے پر حق مسلک کی ترجمانی کیلئے اس سے بہتر کتاب کسی کے پاس موجود ہو تو سامنے لائے۔

وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم کہ بزبان خود ''تحديث بالنعمة'' کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بحمد اللہ جتنی کتب کا مطالعہ کیا ہے اس زمانے میں شاید ہی کسی عالم نے کیا ہو۔ اور یہ محض خالی دعویٰ نہ تھا اس کی دلیل کے طور پر کتب کا ایک گراں مایہ خزانہ موجود ہے جس نے اس وسعت مطالعہ کی برکات کو اپنے جلو میں لے رکھا ہے اور اس مطالعہ کا نور ان صفحات سے چھلک رہا ہے۔

امام اہل سنت رحمہ اللہ کی زندگی یوں تو پوری کی پوری ہمارے لیے سبق ہے اور قابل اتباع ہے، مگر اس زمانے میں ان کی یہ صفت خصوصیت کے ساتھ اپنانے کے لائق ہے کہ آپ کا قدم ساری زندگی اکابر کے نقش پا پر رہا اور اس میں ذرہ بھر بھی تزلزل نہ آیا

حضرت قدس سرہ کی زندگی کا ایک اور روشن ترین پہلو آپ کا اسلاف کے عقیدے پر غیر متزلزل ایمان اور ناقابلِ شکست تسلط تھا۔ انہوں نے اہل السنّۃ والجماعت حضرات علماء دیوبند کے مسلک کو حق جانا، اُسے اپنایا اور اس حد تک رسوخ کے ساتھ اپنایا کہ زمانے میں اس عقیدے کے پہچان اور مسلک کی آن ٹھہرے۔ تمام زندگی اس مسلک کی خدمت کی، اپنے قلم سے اس کی آبیاری کی اور جس شخص کو بھی دیوبندیت کے نام پر اس کی حدود سے باہر قدم نکالتے دیکھا اس کی خبر لے لی، خواہ وہ کوئی محدث ومفسر ہو یا کوئی پیر طریقت۔

حال ہی میں معروف اہل قلم خواجہ ابوالکلام صدیقی زید مجدہ نے امام اہل سنت کی ایک مختصر سوانح مرتب کی ہے۔ کتاب تو تاحال میں نے نہیں دیکھی مگر اس کا نام بہت اچھا لگا۔ اس نام میں ہی وہ سارا پیغام آ گیا جسے ہم امام اہل سنتؒ کی حیاتِ طیبہ کا سب سے خاص سبق کہہ رہے ہیں۔

''بنیاد پیوستگی اور اسلاف وابستگی کا روشن مینار''

ہماری بنیاد قرآن وسنت ہے اس کے علاوہ ہم نہ کسی سائنسی نظریے سے متاثر ہوں اور نہ ہی سیاسی معاشرتی اقتصادی نظریے سے، ہم دین کے معاملے میں قرآن سے ہٹ کر کوئی بات درخورِ اعتناء ہی نہ سمجھیں اگر چہ وہ بظاہر بہت اچھی معلوم ہو۔ اور نہ ہمیں کبھی یہ خیال آئے کہ زمانے میں کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے یا ہوسکتا ہے جس کا حل قرآن وحدیث اوران دونوں کی روشنی میں وضع کردہ اسلاف کے اصولوں میں موجود نہیں اور ہمیں ان کے علاوہ دیگر دلائل کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہوسکتی ہے، یہ ہے ''بنیاد پیوستگی''۔اور ہم دین کی صرف وہ تشریحات مانیں جو سلسلہ ''سند'' سے ہم تک پہنچے اوران مسلمہ اصولوں کے مطابق ہو جو اسلاف امت نے وضع فرمائے یہ ہے ''اسلاف وابستگی'' اوراس کا ''روشن مینار'' ہیں حضرت امام اہل سنت قدس سرہ۔

آخر میں ہم برکت کیلئے حضرت امام اہل سنتؒ کے کلام کے اقتباس سے اپنی تحریر کو مزین کرتے ہوئے اسے ختم کرتے ہیں:

''میرے عزیزو! ہم نے اپنے اسلاف واساتذہ سے جو علمی وفکری ورثہ پایا، اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود علمی وفکری امانت ووراثت بغیر کسی تغیر وتبدیل کے آپ تک پہنچادی، ہم نے قرآن سنت کے وہی الفاظ آپ تک پہنچائے جو ہمیں متواتر سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے وارثت میں ملے اور ہم نے ان متواتر ومتوارث الفاظ کی وہی تعبیر وتشریح آپ تک پہنچائی جو ہمیں متاثر سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے وراثت میں ملی۔نہ ہم نے ان متواتر الفاظ میں تغیر کیا اور نہ الفاظ کے مفہوم میں کوئی تندیلی۔

میں نے اپنی تمام کتابوں کے اندر اکابر اہل سنت اور بزرگان دیوبند کے اجماعی واتفاقی مذہب ومسلک کے عین مطابق مختلف عقائد ونظریات پر مدلل وباحوالہ بحث کردی ہے۔ان کا مطالعہ ضرور کرو! علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی تحریرات کو مطالعہ میں لاؤ اور ہمارے اس دور میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی بڑی خدمات ہیں، ان کا وجود غنیمت سمجھو اوران کی تحریروں کا بھی مطالعہ کرو!۔

اب ہم نے متواتر علم وفکر اور متوارث عقائد ونظریات کی وہ امانت آپ کے سپرد کردی ہے۔اس امانت کو اس کی اصلی وحقیقی صورت میں اگلی نسل تک پہنچانا آپ کی شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے۔اگر آپ نے اس ذمہ داری کو نبھانے میں کسی قسم کی غفلت وخیانت یا حرص وبزدلی کا مظاہرہ کیا تو آپ عنداللہ اپنے بڑوں کے بھی مجرم ہوں گے اور چھوٹوں کے بھی''۔

اللہ رب العزت ہم سب کا حامی وناصر ہو اور ہمیں ''علم صحیح'' کی دولت سے نوازے اور حق عقیدے پر مکمل پختگی نصیب فرمائے۔آمین۔

مولانا مفتی عبداللہ، ملتان

مرزا غلام احمد قادیانی کو پاگل قرار دے کر تکفیر نہ کرنا!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

زید عالم دین ہے، لیکن اس کے عقائد مشکوک ہیں، عمرو نے اسکے عقائد جاننے کی خاطر اس سے چند سوالات کیے، وہ سوالات اور زید کے جوابات درج ذیل ہیں

عمرو: یار ایک بات تو بتائیں! قادیانی آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا کافر؟

زید: کیوں؟ کیا ضرورت پیش آ گئی؟

عمرو: بس میں آپ کے عقائد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، اگر ناراض نہ ہوں تو جواب عنایت فرمادیں!

زید: قادیانی، شیعہ یا کوئی بھی، اصولی طور پر کافر نہیں کہے جاسکتے، عملی طور پر ان کو الگ رکھنے کے لیے احکامات میں فرق کیا جاسکتا ہے، بلکہ کرنا چاہیے!

عمرو: جب وہ مسلمان ہیں تو پھر ان سے جدائی اختیار کرنا تو گناہ ہے؟

زید: نہیں، گناہ نہیں، مسلمانوں کی مصلحت کے لیے بہتر ہے!

عمرو: پھر تو بے نماز اور بریلویوں کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہیے؟ سب سے بڑا گناہ ترکِ نماز اور بدعت ہے۔

زید: جواز ہے اگر کوئی اور دینی مصلحت رکاوٹ نہ ہو، اجتہادی فیصلہ ہے اس لیے الگ الگ رائے بھی ہوسکتی ہے۔

عمرو: یعنی فاسق کے شر سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اس سے بائیکاٹ کیا جاسکتا ہے؟

زید: جی! حسب ضرورت وحسب اجتہاد!

عمرو: پھر تو مرزا قادیانی کو بھی کافر کہنے کی کوئی وجہ نہیں؟

زید: وہ مسلمان، کافر کے چکر سے بالا ہے، پاگل، ذہنی مریض!

عمرو: اور مسیلمہ؟

زید: اس نے تو ڈائریکٹ (براہ راست) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متکا (جھگڑا) لگایا، کیسے مسلمان رہا؟

عمرو: جو ڈائریکٹ متکا لگائے کافر، جو ان ڈائریکٹ (بالواسطہ) لگائے مسلمان؟

زید: جومتکا سمجھ کر لگائے، کافر!

مندرجہ بالا گفتگو مد نظر رکھتے ہوئے فتویٰ مرحمت فرمائیں کہ [۱] زید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ [۲] اس کے والدین کی کیا ذمہ داری ہے؟ [۳] رشتہ داروں وغیر رشتہ داروں کا اس کے ساتھ تعلقات وروابط رکھنا کیسا ہے؟ [۴] خالد کی بہن اسکے گھر ہے، آیا خالد اپنی بہن کو اس کے گھر میں بسنے دے یا اس سے علیحدہ کر لے؟

المستفتی...... محمد بلال قاضی [درجہ: سادسہ]...... متعلم: دارالعلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. امابعد

ارسال کردہ زید اور عمرو کا مکالمہ پڑھا، اگر واقعتاً زید نے مذکورہ جوابات دیئے ہیں تو اس پر تجدید ایمان ونکاح اور علانیہ برأت شرعاً ضروری ہے، جس کی متعدد وجوہ ہیں۔

(۱)......زید کا کہنا ہے کہ: ''قادیانی، شیعہ یا کوئی بھی، اصولی طور پر کافر نہیں کہے جاسکتے۔''

زید کے اس فرمان کی روشنی میں اصولی طور پر ''شیعہ، قادیانی، ہندو، سکھ، مشرک، یہود، نصاریٰ، بدھ مت، مجوسی، آتش پرست، دھریئے، منکرِ حدیث، مرتد وغیرہ ذالک میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے، حالانکہ شیعہ کے علاوہ مذکورہ بالا فرقے باجماع امت دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اسی طرح جن شیعہ کے بعض مخصوص عقائد ہوں ان کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے، جیسے افکِ عائشہؓ، غلط فی الوحی، تحریف قرآن وغیرہ [شامیہ]

☆......یہود ونصاریٰ کی تکفیر بہت سی آیات میں مصرح ہے: (ا) **''لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ''[الایۃ]** **(ب)''وقالت الیہود عزیرن ابن اللہ ،''[الایۃ]**

☆......بدھ مت، مجوسی، آتش پرست مشرک ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

(ا)''ان الشرک لظلم عظیم''[الایۃ]

(ب)''من یشرک باللہ فقد ضل ضلالامبینا''[الایۃ]

☆......منکرِ حدیث بھی اُن آیات کے منکر ہیں جن سے احادیث کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے۔

(ا)''مااٰتکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا''[الایۃ]

(ب)''وما ینطق عن الھویٰ، ان ھو الا وحی یوحیٰ''[الایۃ]

(ج)''واذکروا نعمت اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتٰب والحکمۃ''، حکمت کی تفسیر سنت سے کی گئی ہے۔

☆......مرتد کا کفر بھی بہت سی نصوص سے ثابت ہے۔

(ا)''ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی ا لدنیا والآخرة''[الایة]حبطِ اعمال اور خلود فی النار کا حکم لزوم کفر کی وجہ سے ہے۔

(ب)''ولقوله علیه السلام، من بدل دینه، فاقتلوه''[بخاری جلد۲،صفحہ۱۰۲۳]

(ج)''عن عکرمة اتیٰ علیّ بزنادقة فاحرقهم''[بخاری جلد۲،صفحہ۱۰۲۳]۔ ا ......''قوله: زنادقة ای بقوم مرتدین'' [حاشیہ مشکوٰۃ جلد۲،صفحہ۳۰۷]۔۲......''المراد به قوم ارتدوا عن الاسلام'' [حاشیہ بخاری،جلد۲،صفحہ۱۰۲۳]۔۳......ابوداؤد میں ہے:''عن عکرمة ان علیا علیه السلام ان احرق ناسا ارتدوا عن الاسلام''[ابو داؤد، کتاب الحدود، الحکم فیمن ارتد]

(د)صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں باجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم واجمعین مرتدین کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا گیا۔

☆......مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، یہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں، کیونکہ ان کے عقائد سے بھی ان تمام آیات ومتواترہ احادیث کا انکار لازم آتا ہے جن سے اختتام نبوت ثابت ہوتا ہے۔نمونے کے طور پر چند آیات اور احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(ا)......''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین ''[الایة]خاتم النبیین کی تفسیر خود حضور علیہ السلام نے درج ذیل کی ہے۔''عن ثوبان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انهم سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون کلهم یزعم انه نبی، وانا خاتم النبیین، لانبی بعدی.''[ترمذی، جلد ۲، صفحه۴۵......ابوداؤدجلد ۲، صفحه۱۲۷].

حضرت قتادہ رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں، انہوں نے خاتم النبیین کی تفسیر آخرالانبیاء سے کی ہے۔ ''عن قتادة: ''ولٰکن رسول الله وخاتم النبیین ای آخرهم''[تفسیر ابن جریر جلد۲۲ صفحه ۱۶]

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے خاتم النبیین کی تفسیر ''بعثت کے اعتبار سے آخری'' سے کی ہے۔'عن الحسن، فی قوله ''وخاتم النبیین ، قال : ختم الله النبیین بمحمد صلی الله علیه وسلم، وکان آخر من بعث'''[درمنثور جلد۵صفحہ۲۰۴]

(۲)......''هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله''[الایة]

تمام ادیان پر غلبہ قادیانیت، مرزایت کے ظہور سے قبل کیسے متصور ہوگا؟ معلوم ہوا کہ قادیانیت کوئی دین سماوی نہیں۔

(۳)......''قل یایھاالناس انی رسول الله الیکم جمیعا''[الایة] یہ آیت صاف اعلان کر رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر استثناء تمام انسانوں کی طرف رسول ہو کر تشریف لائے ہیں۔ جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''انا رسول، من ادرکٹ حیاومن یولد بعدی'' (میں اس اس کے لیے بھی اللہ کا رسول ہوں جس کو اس کی زندگی میں پالوں، اور اس کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہوا۔)

(۴)......''لکن الراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ''[الایة] اگر بعد میں وحی آنی ہوتی تو''من بعدک'' کا اضافہ ضرور ہوتا۔

(۵)......''عن سعد ابن ابی وقاص، قال: قال رسول الله صلی اله علیه وسلم:لعلی، انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ، الاانه لانبی بعدی ''[بخاری، جلد۲ ص ۶۳۳،]وفی روایة مسلم :''انه لانبوة بعدی''[مسلم شریف ج۲ ص۲۷۸]

(۶)......''عن انس ابن مالک، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدی ولانبی''[ترمذی ج۲،ص ۵۱......مسند احمد ج۳،ص۲۶۷]

(۷)......''وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون''[مسلم شریف ج ۱،ص ۱۹۹]

(۸)......''ویقولون ھلا وضعت ھٰذه اللبنة،فانا اللبنة، وانا خاتم النبیین ''[بخاری ج ۱، ص ۵۰۱......مسلم ج۲،ص۲۴۸]

(۹)......''بعثت اناوالساعة کھاتین''[مسلم شریف ج۲، ص ۴۰۶]

اس کی تفسیر'' التشبیه فی المقارنة بینھما ای: لیس بینھما اصبع اخریٰ کما انه لانبی بینه صلی الله علیه وسلم وبین الساعة''[حاشیه علامه سندی بر نسائی ج ۱، ص ۲۳۴]

☆......زید نے مرزا غلام احمد قادیانی کو تکفیر سے بچانے کے لیے ایک ڈھونگ رچایا، چنانچہ فرمایا:

''مرزا، مسلمان کافر کے چکر سے بالا ہے، پاگل ہے اور ذہنی مریض ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ختم نبوت کے پروانوں کی شہادت، ختم نبوت کی تحریک، اہل علم نے مرزائیت کی تردید میں جو لٹریچر، کتب، رسائل تحریر لیے، نیشنل اسمبلی کا بحث ومباحثہ کے بعد بالاتفاق ان کو کافر قرار دینا وغیرہ ذالک سب کا سب عبث تھا۔

دوسری طرف مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لیے بریلوی (علماء وعوام) بے نمازیوں اور فساق سے بائیکاٹ کا پروانہ جاری فرمادیا، تاکہ آپس میں لڑیں مریں، قادیانیت کی جان چھوٹی رہے۔

زید کا کافر قرار دینے کا انوکھا کلیہ وضابطہ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''مسیلمہ کذاب نے ڈائریکٹ (براہِ راست) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متکا (جھگڑا) لگایا، کیسے مسلمان رہا؟'' (بلفظہٖ)

گویا اسلام سے خارج ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شخص براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جھگڑا کرے۔ بصورتِ دیگر وہ کافر نہیں کہلائے گا۔ شاید اسی خودساختہ ضابطہ کی بنا پر زید نے فرمایا:

''قادیانی، شیعہ یا کوئی بھی صولی طور پر کافر نہیں کہے جاسکتے۔'' (بلفظہٖ)

اس کے نتیجے میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جن جن کفار نے براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا نہیں کیا وہ بھی کافر نہیں کہلائیں گے۔ اسود عنسی مدعی نبوت بھی کافر نہیں۔ جن قبائل نے ارتداد اختیار کیا وہ کافر نہیں، حتیٰ کہ دجال کو کافر نہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا نہیں کیا۔ وہ تو قیامت کے قریب آئے گا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مرتدین کی جو سرکوبی کی اور ان میں سے بہت سے قتل ہوئے، نعوذ باللہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف کارروائی عمل میں آئی، کیونکہ مذکورہ بالا ضابطہ کی روشنی میں وہ بھی کافر قرار نہیں پاتے۔......فقط......واللہ اعلم...... بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ، مفتی: جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱۴۳۱/۳/۲۰ھ

الجواب الصحیح...... بندہ محمد انور (اوکاڑوی) عفااللہ عنہ، [رئیس: شعبہ الدعوۃ والارشاد، جامعہ خیرالمدارس ملتان]

الجواب الصحیح...... بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ...... مفتی: جامعہ خیرالمدارس ملتان......۱۴۳۱/۶/۷ھ

رافضیہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں

مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کوئی مقلد ہو یا غیر مقلد، حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ہو۔ سارے مسلمانوں کے ہی فرقے ہیں۔ البتہ روافض، خارجیہ، قدریہ اور جبریہ کے ساتھ اصولی اختلافات ہیں۔ مسلمانوں کے اصول تو ایک ہی ہیں، مگر ان کے آپس میں فروعی اختلافات ہیں۔''

[ماہنامہ نصرۃ العلوم، جون 2011 صفحہ 21]

المرسل...... حسین احمد مدنی

انجم نیازی

پانچ......دانائے راز

مظہرؒ[۱] ودرخواستیؒ[۲] نافع[۳] امینؒ[۴] وسرفرازؒ[۵] — حیدرؓ وعثمانؓ کی ہیں یہ صدائے دل گداز
ان کی باتوں میں ابوبکرؓ وعمرؓ کی ہے مٹھاس — بن گیا پنجاب سارا ان کی کوشش سے حجاز
ان کی محفل میں برابر تھے شہنشہ اور فقیر — ان کے قدموں سے لپٹ جاتے تھے محمود و ایاز
بے طلب ان کا عمل تھا بے غرض ان کا کلام — پاک تھی ہر عیب سے ان کی نگاہِ بے نیاز
وقت کی ہر ایک ساعت گویا تھی ان کی غلام — تھی صحابہؓ کی طرح ان کی عبادت اور نماز
یوں تو ہیں نانوتویؒ کے سینکڑوں روشن چراغ — ان کو حاصل ہے مگر اک خاص شانِ امتیاز
لُٹ چکی نورانی محفل اپنے ان اسلاف کی — پھر نہ شاید آسکے اِن ساکوئی دانائے راز
گفتگو سنتا تھا جو کہتا وہی ھل من مزید — بولنے کی ہر ادا کتنی تھی ان کی دل نواز
بھاگ جاتے اہل باطل سارے ان کے خوف سے — اِن کے نرغے میں رہا ہر ایک فتنوں کا محاذ
ان سے پوچھو جا کے انجم معرفت کے سب رموز — دیکھتی ہے دوجہاں کو ان کی چشم نیم باز

[۱] قائداہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

[۲] حافظ الحدیث، شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ

~~[۳] محقق اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اطال اللہ عمرہ~~

[۴] امین ملت، مناظر اسلام، وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

[۵] محدث عرب وعجم، آبروئے دیوبند، امام اہل سنت، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ